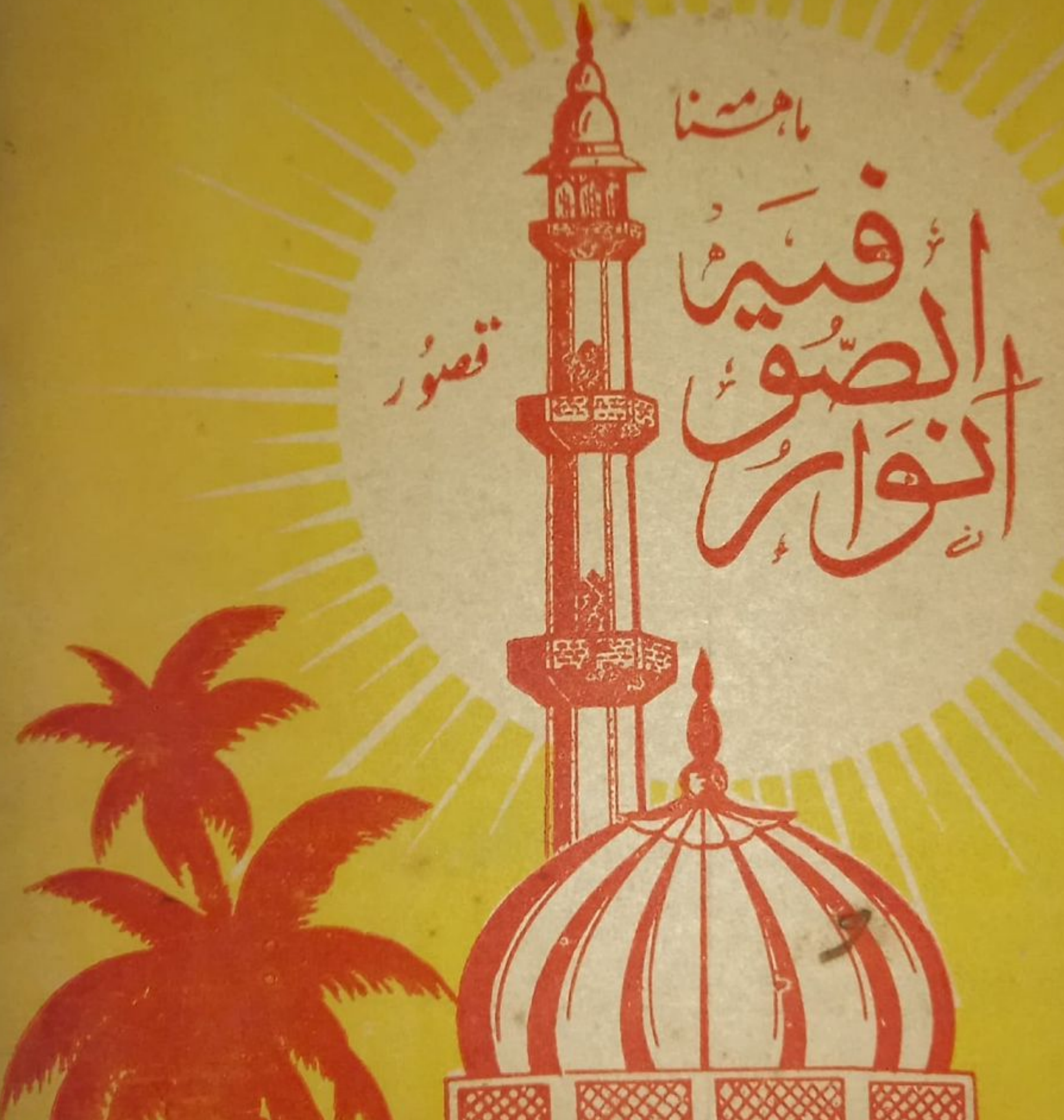
المؤسس محبۃ الکاملین امام الواصلین امیر ملت حضرت مولانا
الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

قصور



اعزازی مدیر

غلام رسول گوہر

مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور

سبط پیر طریقت مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم

بنظرِ عنایت حضرت مولانا پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ

بظلِ عاطفت

حضرت مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب

ماہنامہ اَنوارُ الصُّوفیہ قصور

جلد ۶۹ | مارچ ۱۹۷۵ء مطابق صفر ۱۳۹۵ھ | شمارہ ۷

مجلس ادارت

مولانا غلام رسول گوہر

مولانا عبدالعزیز نقشبندی

محمد صادق قصوری

بدل اشتراک

سالانہ دس روپے

معاونین سے بیس روپے

سرپرست حضرات سے سو روپے

دائرے میں سرخ نشان چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ امید ہے آپ حسب سابق سرپرستی فرمائیں گے۔

گوہر

ایڈیٹر: مولانا غلام رسول گوہر" مطبع: لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور" مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انوار الصوفیہ کوٹ عثمان خاں قصور

نعت

سرکارِ دو عالم

صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

انجم وزیر آبادی

مقدر بڑے اوج پر آگیا ہے
دیارِ شہِ بحر و بر آگیا ہے

جبیں اپنی خود ہی جھکی جا رہی ہے
قریب آج بطحا نگر آگیا ہے

نظر دیکھنے کو ترستی تھی جس کے
وہ روضے کا گنبد نظر آگیا ہے

تھا مقصود دل کو جبیں کو جھکانا
خوشا کملی والے کا در آگیا ہے

یہ صحنِ حرم ہے یہ گنبد یہ جالی
جمالِ خدا بس نظر آگیا ہے

حضور رسالت برابر ہیں دونوں
گدا گر ہے یا تاجور آگیا ہے

تجھے یاد فرمایا محبوبِ حق نے
میری ہر دعا میں اثر آگیا ہے

کہاں میں کہاں اُن کا دربار انجمؔ
انہیں کا کرم جوش پر آگیا ہے

آغازِ سخن

یہ بات بڑے دکھ کا باعث ہے کہ آج امت مسلمہ چند خواص اور بزرگوں کو مستثنیٰ کرکے جہالت اور بے دینی اور گمراہی کے نہ رکنے والے سیلاب میں بہی چلی جا رہی ہے۔ اور افسوس ہے کہ ان کو اپنے بہنے اور انجام کار غرق ہونے کا احساس بھی نہیں ہے۔ بلکہ خوش ہیں کہ ہم جو کر رہے ہیں ٹھیک کر رہے ہیں۔ جو دیکھ رہے ہیں ٹھیک ہے اور جو ہو رہا ہے ٹھیک ہے۔ اور جن امور غیر شرعیہ میں مبتلا ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہم ان ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ترقی و کامرانی کی یہی راہ ہے۔ جس پر ہم دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ آج ہمارے معاشرے کا اسلام سے صرف اتنا رشتہ ہے کہ وہ یہ کہہ لیں کہ ہم مسلمان ہیں یا اپنا مسلمانوں کا سا نام عبدالرحمٰن محمد علی، غلام محمد بتائیں۔ یا چند پیڑھیوں تک اپنے آباؤ اجداد کا سلسلہ اسلام سے جوڑ دیں اور بس۔ اسلام اور قرآن نے جس چیز کو صراطِ مستقیم کہا ہے اس سے ہم کوسوں دور ہیں۔ سورہ فاتحہ میں قرآن شریف کے آغاز میں ہمیں صراطِ مستقیم سے آگاہ کیا گیا ہے جب عجز و نیاز سے رب تعالےٰ کی بارگاہ میں پہنچو تو اپنے رب سے مانگو تو ہم کو اپنے نیک بندوں کے سیدھے رستہ پر چلا۔ وہ کون ہیں؟ انبیاء و رسل اور صدیقین و شہداء اور صالحین و اولیاء ہیں۔ یہی پاکیزہ ہستیاں ہیں جن پر رب العالمین کا انعام ہے۔ اور دنیا و آخرت میں کامرانیاں اور کامیابیاں انہیں کے قدم چومتی ہیں۔ ان کے سوا جو ہیں مغضوب علیہم ہیں ان پر خدا کا غضب ہے اور ضالین ہیں جو سیدھے راہ سے بھٹکے ہوئے بہکے ہوئے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم پر رحم فرمانا ان کے راستے پر نہ چلانا۔ اس لئے کہ ان کا انجام بہت برا ہے۔ آج عمل اور کردار کے لحاظ سے شکل و صورت کے لحاظ سے نظریات و عقائد کے لحاظ سے مسلمان کو مسلمان کہنا بہت دشوار ہے۔ بے عملی اور بد عملی کا دور دورہ ہے۔ فرائض خداوندی سے انحراف کیا جا رہا ہے۔ عبادت سے جس کے لئے انسان کی تخلیق ہوئی بُعد اور لاتعلقی ہے۔ اور امر کا بجالانا متروک ہے نواہی و معاصی کی طرف رغبت اور بے حد رغبت ہے۔ حقوق اللہ کے ساتھ قرابت اور

رشتہ داری کے حقوق بھی پائمال ہو رہے ہیں۔ حقوق العباد کو سخت نقصان پہنچایا جا رہا ہے آج اسلام کو چھوڑ کر ہم عام انسانی اخلاق سے بھی کوسوں دور ہو گئے ہیں۔ اسلام کا قانون تھا کہ آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہو۔ ایک دوسرے کی ہمدردی اور خیر خواہی کا لباس پہنو۔ تقویٰ اور خدا ترسی کو اپنا شعار بناؤ۔ ماں باپ کی خدمت کرو اور ان کو رنج نہ پہنچاؤ۔ ان کا ادب و احترام کرو۔ مسلمانوں کو اپنے ہاتھ اور زبان سے اذیت نہ پہنچاؤ۔ جو چیز اپنے لئے پسند کرتے ہو اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرو۔ کسی سے دھوکہ فریب نہ کرو۔ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ جھوٹ نہ بولو۔ غیبت نہ کرو۔ چغلی نہ کھاؤ۔ بے حیائی اور بے شرمی کا ارتکاب نہ کرو۔ بڑوں کا ادب، چھوٹوں سے شفقت کرو۔ ایثار و قربانی کا ہمیشہ اختیار کرو۔ نیکیوں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ بدیوں میں ہرگز ہرگز کسی کا ساتھ نہ دو۔ بلکہ ہر شخص کو برائی سے ہاتھ زبان سے منع کرو ورنہ دل سے اس کو اچھا نہ جانو۔ ٹیکس دو۔ نیکیوں کو دوست بناؤ۔ زنا شراب سود سے نفرت کرو۔ کسی کو ناحق قتل نہ کرو۔ کسی پر افتراء پردازی نہ کرو بہتان نہ باندھو۔ اپنا حق اور مرتبہ پہچانو اس کے مطابق زندگی گذارو۔ یہ فہرست بہت طویل ہے۔ مقام غور ہے کہ آج ہماری اس دنیا میں جس کو ترقی کا دور کہتے ہیں کیا ہو رہا ہے۔ کیا علانیہ شراب نوشی نہیں ہو رہی۔ قتل نہیں ہو رہا۔ زنا اور زنا کے اسباب و دواعی کا کہاں تک انسداد ہے۔ جب آپ بنظر عمیق اس بات پر غور کریں گے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ ہم میں اسلام اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی نہیں ہوگا۔

ہمارا اسلام جو ہماری زندگی کا قیمتی متاع ہے لٹ گیا ہے۔ لوٹنے والے کون ہیں ؟ وہی جن سے ہمیں دور رہنے کا حکم تھا کہ یہ تمہارے ازلی دشمن ہیں۔ ان کو دوست نہ بنانا اور گڑگڑا کر دعا کرنا اے اللہ ہمیں ان لوگوں سے جن پر تیرا غضب ہے اور جو سیدھے رستہ سے بھٹک گئے ہیں۔ یعنے کفار و مشرکین و یہود و نصاریٰ سے دور دور رکھنا۔ آج ہم نے ان کے طریق کو ان کی سنت کو ان کی اطاعت کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک قرار دے لیا ہے۔ ہماری معیشت اور معاشرت بلکہ ہماری ساری زندگی اور اس کے تمام شعبے یہودیت و نصرانیت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کے مابین جو فطری امتیاز اور فرق تھا اس کو بھی اٹھا دیا۔ اور مرد و عورت کے درمیان جو حد فاصل تھی اس کو گرا دیا ہے۔ جو شکل عورتوں کی تھی وہ مردوں نے بنالی ہے گردن کے نیچے لمبے لمبے بال عورتوں کی طرح رکھے ہوئے ہیں۔ لمبی لمبی قلمیں زیب رخسار ہیں ۔۔

پینٹ بشرٹ اور سر کو عریاں رکھنے میں حوا کی بیٹیاں اور بیٹے دونوں یکساں ہیں۔ رنگ دار لباس سُرخ زرد، سبز، کالا، گلابی پھول دار جس کو چھینٹ کہتے ہیں آج سے چند سال قبل عورتوں کے لئے مخصوص تھا۔ آج یہ لباس قوم کا نوجوان جسکو قوم کا سرمایہ کہا جاتا ہے اور جس پر قوم کو بجا طور پر فخر ہے۔ وہ ان رنگ برنگ لباس میں نظر آتا ہے۔ عورتیں ہیں کہ انھوں نے سر سے بال کٹا رکھے ہیں۔ اپنی گردن چوٹی سے عاری کر دی ہے۔ ننگے منہ بازاروں میں گھومتی ہیں۔ مردوں کے لباس کی دلدادہ ہے گھر سے سارا دن غائب ہے مگر کوئی پوچھنے کا حق نہیں رکھتا اغیار سے غیر محرموں سے جن سے اسلام پردہ کا حکم دیتا ہے وہ ان سے خلوت وجلوت میں آزادانہ ملاقاتیں اور مردوں سے مصافحہ کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں جبکہ اسلامی دنیا اپنے نقوش خطوط اور اپنی تعلیم و تربیت اور اپنے عنوان و آثار سے ناپید ہو جائے تو پھر کیا ہوتا ہے؟ بربادی ہوتی ہے، تباہی ہوتی ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں سیلاب اور زلزلہ عذاب کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔ مقام عبرت ہے زلزلہ اور اس سے گذشتہ سال میں سیلاب سے عوام اور حکومت کا جانی و مالی کتنا نقصان ہوا۔ اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ اس کے لئے کتنا امدادی سامان فراہم کیا جائے۔ کتنے ہی فنڈز کھولے جائیں کتنی جدوجہد کی جائے جو نقصان ہوا ہے اس کا تدارک اور تلافی ناممکن ہے۔ ہاں اس عذاب اور قہر خداوندی سے آئندہ بچنے کے لئے یہ طریقہ ہے کہ ہم سب مسلمان چھوٹے سے لیکر بڑے تک اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ اللہ سے مغفرت کا سوال کریں اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں اور اسلام کو اپنے عمل و کردار میں نافذ کریں۔

ورنہ قوم کی کشتی تباہی کے منجدھار میں جو پڑ گئی ہے۔ اس کا کنارے پر لگنا ناممکن ہے۔

غلام رسول گوہر

سعادۃ الدارین ترجمہ تفسیر جلالین

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کو آخرت کے بدلے خریدا۔ بایں طور کہ انھوں نے دنیا کو آخرت پر پسند کیا۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ پس ہلکا نہیں کیا جائے گا ان سے عذاب اور نہ ان کی مدد کی جائے گی کہ وہ اس سے رد کیے جائیں۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ۔ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی یعنے تورات ــــــ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ اور ہم نے اس کے بعد یکے بعد دیگرے رسول بھیجے۔ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ ــــ اور ہم نے عیسٰے ابن مریم کو روشن دلائل دیئے۔ مانند مردوں کو زندہ کرنے اور مادرزاد اندھے کو بینا کرنے اور کوڑھی کو اچھا کرنے کے وَاَيَّدْنٰهُ اور ہم نے اس کو قوت دی۔ بِرُوْحِ الْقُدُسِ روح قدس کے ساتھ۔ روح قدس میں اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہے۔ یعنے پاک روح مراد اس سے جبرئیل علیہ السلام ہے۔ اس کو پاک روح اس کی طہارت وپاکیزگی کی بنا پر کہا گیا ہے۔ وہ عیسٰے علیہ السلام کے ساتھ چلتا تھا۔ جہاں بھی آپ چلیں۔ پس تم لے یہود پھر بھی راہ راست پر نہ لئے۔ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ پس جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول حق لے کر آئے جسکو تمہارا جی نہ

لہ یحتمل ان الضمیر عائد الی موسی او الکتاب۔ احتمال ہے کہ ضمیر "ہ" موسٰے کی طرف یا کتاب کی طرف لوٹے۔ سلہ معطوف علی اٰتینا موسی وخصہ بالذکر وان کان داخلاً فی قولہ وقفینا من بعدہ بالرسل لعظم شرفہ ومزیتہ ولکونہ رسولاً مستقلاً بشرع یخصہ لانہ نسخ بعض مافی التوراۃ ولذلک ونعی الیہود حیث ادعوا اہم تمیلہ اس کا عطف آتینا موسٰے پر ہے اور اس کو خصوصاً ذکر کیا اگرچہ وقفینا من بعدہ بالرسل کے قول میں داخل تھا۔ اس لئے کہ اس کا شرف اور شان بڑی ہے۔ کیونکہ وہ مستقل رسول صاحب شریعت ہے جو اس کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے کہ اس نے تورات کے بعض احکام کو منسوخ کیا ہے۔ اور خصوصاً ذکر اس لئے بھی کیا بقیہ ص پر

چاہے تو کیا تم سرکش ہوتے رہو گے ؟ یعنے تم اس کی اتباع اور پیروی سے تکبر کرو گے ۔ استکبرتم
کلما کا جواب استفہام کے محل میں ہے مراد اس سے توبیخ اور سرزنش ہے ۔ فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ
پس ان میں سے ایک فریق کی تم نے تکذیب کی ۔ مانند عیسٰے علیہ السلام کے وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ
—— اور ایک فریق تم نے قتل کیا مانند زکریا اور یحیٰے کے ۔ تقتلون مضارع کا صیغہ ہے جس
سے ماضی کے حال کی حکایت کی گئی ہے ۔ اور اس کے معنے قتلتم کے ہیں وَقَالُوْا اور انہوں نے
(نبی کو مسخری کرتے ہوئے) کہا ۔ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ —— ہمارے دل پردے میں ہیں ۔ غلف اغلف
کی جمع ہے ۔ یعنے ہمارے دل کئی پردوں میں ڈھکے ہوئے ہیں ۔ اس لئے اے محمد (صلے اللہ
علیہ وسلم) جو تو کہتا ہے وہ وہاں تک نہیں پہنچتا یا دل نشین نہیں ہوتا ۔ بَلْ احزاب کے لئے
ہے بلکہ : لَعَنَهُمُ اللّٰهُ : اللہ نے ان پر لعنت کی ۔ یعنے ان کو اپنی رحمت سے دور کیا اور
ان کو حق قبول کرنے سے بے نصیب رکھا : بِكُفْرِهِمْ : بہ سبب ان کے کفر کے
یعنے ان کا حق قبول کرنے سے اعراض دماغی یا قلبی خلل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا سبب کفر ہے
فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ○ —— پس وہ قلیل ایمان لائیں گے ۔ ما زائدہ ہے ۔ قلت کی
تائید کے لئے یعنے ان کا ایمان نہایت قلیل ہے ۔ (یعنے مستبعد ہے

تشریح

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سے لے کر وللکافرین عذاب مھین تک —— اشتری کے معنے خریدنے یا
بیچنے کے ہیں ۔ قرآن پاک کی جن آیات میں یہ لفظ آیا ہے اس کے معنے مفسرین نے بیچنے کے
کئے ہیں ۔ یہاں بھی یہی معنے مراد ہیں یعنے ان یہودیوں اور نصرانیوں نے آخرت کو دنیا کی زندگی کے
ساتھ بیچ ڈالا ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے آخرت پر دنیا کو مقدم رکھا ۔ یعنے آخرت کے آرام
اور آسائش کا خیال نہ رکھا ۔ دنیا کی آسائش کا خیال رکھا ۔ ان کے شب و روز دنیا کمانے میں لگے
ہوئے ہیں ۔ اگر ان کو آخرت سے زیادہ دنیا کا خیال نہ ہوتا تو وہ ضرور مسلمان ہو جاتے ۔ ان

کہ یہود کا رد ہو جائے جو دعوٰی کرتے ہیں کہ انھوں نے اسکو قتل کیا ہے ۔ (صاوی)

۲ے اکمہ وہ ہے جو شکم مادر سے اندھا پیدا ہوا ۔

۳ے من یشاء من عبادی سے مراد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ۔

کے حق میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن نار جہنم میں ان کو عذاب ہوگا۔ اور کسی لمحہ بھی ہلکا نہیں ہوگا۔ اور ان کو وہاں عذاب سے بچانے والا کوئی مددگار بھی نہیں ملے گا۔ بخلاف گنہگار ایمان والوں کے ان کی حضور علیہ السلام اور ان کی متابعت میں اولیاء اللہ شفاعت کرینگے۔

وقفینا من بعدہٖ بالرسل میں فرمایا کہ موسےٰ علیہ السلام کے بعد حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ کے عہد خیریت مہد تک۔ متواتر اور مسلسل بہت رسول بھیجے ہیں کہ دنیا والوں کو ہدایت دیں اور ان کو اللہ تعالےٰ کے عرفان کی نعمت بخش کر توحید کا رستہ دکھائیں۔

موسےٰ علیہ السلام کے بعد جو رسول مبعوث ہوئے وہ یوشع۔ شمعون۔ داؤد۔ سلیمان شعیاء۔ ارمیاء۔ عزیز۔ حزقیل۔ الیاس۔ الیسع۔ یونس۔ زکریا۔ یحیےٰ وغیرھم ہیں (تفسیر مدارک۔ ان سب کے بعد اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل اللہ تعالےٰ نے عیسےٰ ابن مریم کو مبعوث فرمایا۔ نحویوں کے نزدیک مریم بروزن مفعل خادم کے معنیٰ میں ہے۔ عیسےٰ علیہ السلام کی عزت و عظمت بیان فرمائی کہ ہم نے اس کو روشن معجزات دیکر بھیجا کہ مادرزاد اندھے کو بینا کرتے ہیں اور مردوں کو زندہ اور کوڑھی کو دم بھر میں چنگا بھلا کر دیتے ہیں۔ جب بھی کوئی ان میں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ اللہ کا نام لے کر اس پر برکت کا ہاتھ پھیرتے اس کا مرض فوراً رخصت ہو جاتا۔ اللہ تعالےٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ عیسےٰ کی تائید بھی فرمائی کہ وہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ تاکہ دنیا والے جو آپ کے دشمن تھے آپ کو کوئی گزند نہ پہنچائیں۔ یہاں تک کہ جب یہود نے آپ کو قتل کرنا چاہا تو وہ آپ کو اٹھا کر آسمان کی طرف لے گیا۔ جبرائیل کا نام روح اس لئے رکھا ہے کہ رب تعالےٰ کی طرف سے رسولوں کی طرف وحی لے کر آتا ہے اور اس میں دلوں کی زندگی کا سامان ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ روح القدس سے مراد انجیل ہے۔ اس لئے کہ اس میں روح و قلب کی زندگی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد اسم اعظم ہے جس سے آپ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ (مدارک)

افکلما جاءکم فقلیلا ما یومنون تک: میں یہودیوں کی یہ خیانت بیان فرمائی ہے کہ ان کے پاس جب بھی کوئی رسول آیا تو انھوں نے اس پر نہ صرف ایمان لانے سے اعراض کیا بلکہ بہت سے رسولوں کو مانند زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کے قتل کیا۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی انھوں نے قتل کرنے کی سازش کی تھی مگر خدائی حفاظت کے سامنے اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہوئے۔ آپ پر جادو کرنا اور زہر آلود گوشت کھلانا اس منصوبے کی ایک کڑی ہے۔

ایسی قوم کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا نہایت قلیل یعنے مستبعد ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب ان کو قرآن کی آیات سناتے تو وہ استہزاءً کہتے کہ ہمارے دل کمٹی پردوں میں ڈھکے ہوئے ہیں۔ اسے محمدؐ تیرا وعظ وہاں تک نہیں پہنچتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ پردوں میں ڈھکا ہوا نہیں بلکہ اپنے کفر کے سبب سے اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے ہیں۔

بقیہ امیرملت محدث علی پوری

امیر ملت، ابوالعرب حضرت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہ کا وصال ۲۶ ذوالقعدہ (۲۶ اور ۲۷ کی درمیانی شب) ۳۰، اگست (۱۳۷۰ھ ۱۹۵۱ء) جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو ہوا، آپ کا مزار انور علی پور شریف میں مرجع خلائق ہے ہر سال نہایت شان وشوکت سے آپ کا عرس ہوتا ہے جس میں ہزاروں مرید بن شرکت کرتے ہیں۔

بقیہ اقبال کا مردِ مسلم

اور یہی نمونہ و اسوہ صحابہ کرامؓ نے پیش کیا اور یہی دستور ہر زمانہ میں خاصان خدا اور مومنینِ کاملین کا رہا۔

کاش! آج پھر مسلمان ان صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بن کر عالم میں جلوہ گر ہو تو اسلام کی رحمت اور برکت سے پوری دنیا پھر سے امن وسکون چین و راحت کا گہوارہ بن جائے کہ

قاہری یا دلبری پیغمبری است

اور پیغمبرانہ کردار ہی عالم کی نجات کا ذریعہ ہے

بقیہ "امام حسین علیہ السلام غیر مسلم مفکروں کی نظر میں"

مفکرین جو بلا تعصب مذہب و ملت بارگاہِ حسینؑ میں عقیدت کے پھول نچھاور کرتے نظر آتے ہیں اور متفقہ طور پر سب امام عالیمقام علیہ السلام کو حق کا علم بردار، صبر و تحمل کا کوہِ استقامت عدل و انصاف کا داعیٔ بے بدل انسانیت کا مینارۂ نور اور مجمع الصفات قرار دیتے ہیں۔

حسینؑ نہیں ہے ہزاروں دلوں میں گھر کرنا
کہ اس میں پڑتا ہے خونِ دل و جگر کرنا

سلام

نیاض سکاوش ۔ کراچی

سلام اس پر کہ جو ہے آمنہؓ کے چاند کا ہالا
سلام اُس پر کہ جو ہے فاطمہؓ کی گود کا پالا

سلام اُس پر نبیؐ نے جسکو کاندھے پر بٹھایا تھا
سلام اُس پر شقی نے جس پہ خنجر آزمایا تھا

سلام اُس پر کہ نانا جس کے ٹھہرے ساقیٔ کوثر
سلام اُس پر کہ جس کے دشمنِ جاں خود ہوئے ابتر

سلام اُس پر کہ جاں دے کر بچایا جس نے ایماں کو
نکالا آتشِ نمرود سے مجبور انساں کو

وہ لب، جو ساقیٔ کوثر نے چومے تھے محبت سے
انہیں پر بند پانی کر دیا، ظالم نے نفرت سے

سلام اُن پر کہ جنھیں زہراؓ نے خود جھولا جھلایا تھا
سلام اُن پر کہ جن پر شمر نے خنجر چلایا تھا

جنہیں خود "صاحبِ شق القمر" ۔ چاند اپنا کہتے تھے
انہیں کی "آنکھ کے تارے" تمانچے رُخ پہ سہتے تھے

وہ چہرا چاند سا جو بوسہ گاہِ مصطفےٰ ٹھہرا
اُسی چہرے پہ آ کر غبارِ کربلا ٹھہرا

سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام

غیر مسلم مفکرین کی نظر میں

تحریر
منشی محمد ندیم۔ گڑگانوی
مکان نمبر ۹۸ بلاک نمبر ۵
سٹلائٹ ٹاؤن
میرپور خاص

کیا اچھا ہوتا کہ یہ مضمون محرم الحرام سے بہت پہلے آتا اور ہم اس کو محرم کی اشاعت میں شائع کرنے کا شرف حاصل کرتے۔ اس مضمون میں جناب ندیم صاحب نے اغیار کے اقوال اور ان کی تحریرات و تاثرات سے ثابت کیا ہے کہ امام حسین نے اپنے کارنامۂ کربلا سے نہ صرف اپنوں کی عقیدت و محبت میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔ بلکہ اغیار کو بھی اس حد تک متاثر کیا ہے کہ ان کی آنکھیں بھی اشک محبت سے بارگاہِ حسین میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتی ہیں۔ (گوہر)

اسلام "امن و سلامتی" کا مذہب اور ایک مکمل "دستور حیات" ہے۔ 'حق و صداقت' کا علمبردار و "ہمہ گیر انسانیت" کا داعی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ "دین فطرت" ہے!

جب سے دنیائے انسانیت ظہور میں آئی ہے اسی وقت سے "حق و باطل" میں جنگ جاری ہے۔ "نور و ظلمت" کا ہر دور میں ٹکراؤ ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ حق ہی باطل پر غالب آیا ہے۔ تاریخ اسلام پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ "سانحۂ کربلا" دنیاوی آلام و مصائب اور روحانی امتحان و آزمائش کے سنگین ترین واقعات میں سے ہے۔ یہ واقعہ آج سے پورے تیرہ سو چونتیس سال پہلے دریائے فرات کے کنارے ــــ دشتِ نینوا کے میدان میں ــــ 'حق و باطل' کے درمیان فیصلہ کن جنگ کی صورت میں رونما ہوا۔ بظاہر اس جنگ کا خاتمہ 'یزیدی فتح' ــــ اور حضرت امام عالیمقام علیہ السلام اور آپ کے 'اعزا و احباب' کی شہادت پر منتج ہوا۔ لیکن اس جنگ کے دور رس نتائج نے ثابت کر دیا کہ اصل فتح حضرت امام کو ہی حاصل ہوئی۔ کیونکہ حضرت تو حق کی خاطر لڑ رہے تھے اور حق کو کبھی شکست نہیں ہوا کرتی اور نہ ہی حق کی خاطر لڑنے والے کسی سے مغلوب[1] ہوا کرتے ہیں۔ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کی حقیقت پسندی کا

---

[1] مغلوب کے معنے یہاں یہی لئے جاسکتے ہیں کہ وہ خائف نہیں ہوتے۔

کا اعتراف تو اُن کے مخالفین بھی کرتے ہیں ۔ اور آج بھی بلاامتیاز "فرقہ وملت" دنیا بھر کے حقیقت پسند امام عالیمقام علیہ السلام کی حقانیت پر متفق ہیں

حضرت امام عالیمقام رض نے حق کے راستے میں سب کچھ قربان کر کے دنیا کو دکھا دیا کہ — حق کی حمایت اور باطل کی بیخ کنی میں جان ومال، آل و اولاد کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام عالیمقام علیہ السلام کی سیرت وکردار سے مفکرینِ اقوام عالم متاثر نظر آتے ہیں!

چنانچہ مغرب کے ایک ممتاز مفکر مسٹر واسنگٹن ارونگ سیدالشہداء — حضرت امام حسین رض کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

"۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ بمطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء اس لاجواب لڑائی کی تاریخ ہے جب کئی ہزار افواج کے ساتھ لڑنے میں بہتر آدمیوں کا زندہ رہنا محال تھا زندگی تلف ہو جانے کا کامل یقین تھا نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ امام حسین علیہ السلام یزید سے اس کی تمنا کے موافق بیعت کر کے اپنی جان بچا لیتے مگر اس ذمے داری کے خیال نے جو مذہب کے مصلح کی طبیعت میں ہوتا ہے اس بات کا اثر نہ ہونے دیا اور نہایت سخت مصیبت اور تکلیف پر ایک بے مثل صبر واستقلال کے ساتھ قائم رکھا۔ اولاد کا سامنے قتل عام ہونا، چھوٹے چھوٹے بچوں کا مارا جانا، زخموں کی تکلیف، عرب کی سخت ترین دھوپ اور پھر اس دھوپ میں بھوک وپیاس کی شدت۔ یہ ایسی تکلیفیں نہ تھیں جو کسی شخص کو اپنے ارادے پر قائم ودائم رہنے دیتیں"

ایک اور مفکر مسٹر گبن اپنی کتاب "دی فال آف دی رومن ایمپائر" میں لکھتا ہے کہ :-

"امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب پر زور دیا کہ وہ میدانِ کربلا سے ہٹ جائیں اور اپنی جانوں کی حفاظت کریں۔ لیکن تمام اعزا و احباب نے اپنے پیارے اور جان سے زیادہ عزیز امام کو تنہا چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ امام حسین رض نے دعا کر کے اور انھیں جنت کی خوشخبری دے کر اُن کی ہمت افزائی کی۔ روز عاشورہ کی ہولناک صبح کو امام حسین ع گھوڑے پر سوار ہوئے آپ کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن مجید تھا۔ آپ کے ساتھی شہدا کا بہادر اور سخی گروہ صرف بتیس سوار اور چالیس پیادوں پر مشتمل تھا۔

اسی مفکر نے آگے چل کر لکھا ہے کہ :-

"حضرت امام حسین علیہ السلام کا پُر درد واقعہ ایک دور دراز ملک میں رُونما ہوا جو بے رحم اور سنگ دل کو بھی شائستہ کر دیتا ہے۔ اگرچہ کوئی کتنا ہی بے رحم کیوں نہ ہو مگر امام حسین کا نام سنتے ہی اس کے دل میں ایک جوشِ ہمدردی پیدا ہو جائے گا"

اسی کتاب میں شہادتِ حسین کے اثرات بیان کرتے ہوئے مسٹر گبن نے لکھا ہے کہ ——

امام حسین کی شاندار شہادت نے حقوق کو مستحکم بنا دیا۔ بغیر فوج، خزانہ اور رعیت کے انھوں نے اپنی رُوحانیت سے عوام کی توجہ کو اپنی طرف موڑ لیا۔ عوام ان کا نہایت درجہ تعظیم کرتے تھے اور اسی وجہ سے حکمران (یزید) اُن سے حسد کرتا تھا۔ اُن کے ناموں کو اکثر ہنگاموں اور ملک میں اندرونی لڑائیوں کا ذریعہ بنایا گیا۔ لیکن یہ شاہی پیشوایانِ مذہب خود ہمیشہ دنیا داری اور مادی شان و شوکت کو بُرا سمجھتے رہے۔ یہ ہمیشہ خدا کی مرضی کے مطابق چلتے رہے لوگوں کے ساتھ ان کا برتاؤ منصفانہ رہا۔ اور انھوں نے اپنی تمام معصومانہ زندگی مذہب کی تعلیم و

تبلیغ اور اعمالِ صالحہ میں صرف کر دی"

شہادتِ حسین کا مقصد بیان کرتے ہوئے ممتاز مفکر مسٹر شلڈر لکھتے ہیں کہ :-

"امام حسین ؑ اپنی چھوٹی سی جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ کا مقصد شان و شوکت اور طاقت و دولت حاصل کرنا نہ تھا بلکہ آپ کے بلند اور عدیم المثال قربانی پیش کرنا چاہتے تھے آپ کے بہادر گروہ کا ہر فرد خواہ مرد ہو یا عورت جانتا تھا کہ دشمنوں سے مقابلہ کرنا (قلت تعداد کی وجہ سے)، بہت دشوار ہے۔ اور یہ کہ وہ اُن سے صرف لڑنے ہی کیلئے نہیں بلکہ اُن کو شہید کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں باوجود اس کے کہ حسین علیہ السلام اور اصحابِ حُسینؓ کے بچوں تک پر پانی بند کر دیا گیا تھا۔ لیکن وہ دہکتے ہوئے آفتاب کے نیچے تپتے ریگستان میں عزم و استقلال کے پہاڑ بنے رہے اُن میں سے ایک بھی لمحہ بھر کے لئے بھی نہ گھبرایا بلکہ نہایت بہادری سے سخت اور شدید مصیبتوں کا مقابلہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کرتا رہا"۔

مسٹر جان۔ لوگ چار سو اشعار پر مشتمل طویل "مرثیہ" کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ :-

"وہ شخص دین دار، خدا پرست، فروتن خلیق اور بے مثل بہادر تھا۔ وہ سلطنت اور حکومت کے واسطے نہیں لڑتا تھا بلکہ خدا پرستی کے جوش میں اس واسطے لڑا تھا کہ یزید کے افعال دینِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیخلاف تھے۔"

مسٹر جیمس کارکرن تاریخ چین میں لکھتے ہیں کہ۔

"دنیا میں رستم کا نام بہت مشہور ہے کئی ایسے شخص گذرے ہیں کہ رستم کا نام لینا اُن کے سامنے ٹھیک نہیں، چنانچہ بہادری میں حضرت امام حسینؑ کا نام تاریخ میں جلی حروف سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ جنہوں نے کربلا کی ریتیلی زمین پر ایسا بے نظیر کام کیا۔ حضرت امام حسین کے سامنے وہی بیوقوف رستم کا نام لے گا جو تاریخ سے واقف نہیں۔"

مشہور مصنّف مسٹر کارلائل شہادتِ حسینؑ کا موضوع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"آؤ دیکھیں واقعہ کربلا سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟ سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ شہدائے کربلا کو خدا پر کامل یقین تھا۔ اور وہ اپنی آنکھوں سے اس دنیا سے بہتر دنیا دیکھ رہے تھے۔"

کارلائل آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:۔

"ہمیں اُن شہداء سے قومی غیرت و حمیت کا بہترین سبق ملتا ہے۔ جو اور کسی واقعہ سے نہیں مل سکتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ ایک نتیجہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ جب دنیا میں معصیت و غضب وغیرہ بڑھ جاتا ہے تو خدا کا قانون قربانی مانگتا ہے جس کے بعد تمام راہیں صاف ہو جاتی ہیں۔"

مشرقی مفکر مسٹر گوکھلے سابق صدر انڈین نیشنل کانگرس لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر حسینؑ اپنی شہادت سے اسلام کے اصولوں کو از سرِ نو زندہ نہ کرتے تو اسلام مٹ جاتا اور اگر اسلام کا وجود ہوتا بھی تو بے اصول مذہب کی حیثیت سے ہوتا جس کے اندر بڑی آزادی سے تمام برائیاں پھیل جاتیں جن کا رواج یزید اور اس کے دور کے مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں پھیل گیا تھا۔"

پنڈت امرناتھ جی سابق وائس چانسلر یونیورسٹی الہ آباد 'واقعہ کربلا' کو تاریخ انسانی کا انتہائی دلخراش واقعہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"تاریخ انسانی کے غم ناک واقعات

میں کوئی بھی واقعہ اتنا دلخراش نہ ہوگا۔ جتنا کربلا کے میدان میں جنگِ حسین کا خاتمہ۔ وہ عین سجدے میں قتل کئے گئے اور شہادت کا درجہ حاصل کر گئے۔ ہمارے نزدیک قدیم رہنماؤں کے کارناموں کو نظر میں رکھنا بہت بہتر ہے کہ وہ لوگ کیا تھے؟ اور کیا کر گئے؟ ان کی کامیابیاں روح کی پُر استقلال فتح کا باعث ہیں جن کے لئے انھیں سخت امتحانات کا سامنا کرنا پڑا۔"

ڈاکٹر ایس، وی پیتم صدر شعبۂ تاریخ ہندو یونیورسٹی بنارس "بارگاہِ حسینیت" میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت امامِ حسین علیہ السلام تاریخِ عالم میں شریف ترین سیرت کے حامل ہیں۔ کربلا میں ان کی شہادت ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس کی اہمیت اور عظمت روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ لوگ جن عظیم المرتبت شخصیتوں کی تعریف کرتے ہیں اور اُن سے محبت کرتے ہیں۔ امام حسین ان پاکیزہ ہستیوں میں سے ایک ہیں ان میں شرافت، پاکیزگی، سادگی اور خلوص کی صفت مجتمع تھیں جو لوگ دنیا میں انسانی محبت وعظمت اور امن وسکون کے خواہش مند ہیں ان کے لئے یہ صفات ایک مستقل ذریعہ الہام۔ حصول انسانیت اور رواداری کا سبب ہیں اور رہیں گی یہ تمام اصول امامِ حسین علیہ السلام کی زندگی میں پائے جاتے ہیں اور انھی اصولوں کی خاطر انھوں نے شہادت کی موت اختیار کی۔"

دستور کیخسرو کنور مہیار پیشوائے اعظم فرقہ پارسی لاہور بارگاہ حسینی علیہ السلام میں یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ:۔

"اگر شہید اعظم حسین علیہ السلام کی قربانیاں نہ ہوتیں تو دنیائے اخلاق مذہب و صداقت سے ناآشنا رہتی۔ دنیا شہداء کی ممنون ہے جنہوں نے موت کو ذلت پر ترجیح دی۔ امام حسین علیہ السلام ان شہدا کے سردار ہیں جنھوں نے انسانیت کی خدمت کے لئے جان دے دی۔ ہم کو ان کی یاد عمل سے منانا چاہیئے اور ان کی قربانیوں سے سبق لینا چاہیئے۔

اسی طرح دنیا کے عظیم حقیقت پسند

بقیہ صفحہ ۹ پر

تبصرہ ادارہ کی رائے پر موقوف ہے

مسلک مجدد پر تبصرہ کے ضمن میں

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال کریں

کثرتِ کرامات کا سبب کیا ہے اور کیا تقدیر مبرم میں تصرف کرنا جائز ہے؟

از مدیر مسئول

مسلکِ مجدد : مرتبہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہم العالی لکھائی چھپائی عمدہ و دیدہ زیب ہے۔ اس کے شروع میں جناب میاں صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ کی حیاتِ طیبہ کو نہایت اختصار سے سپرد قلم فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ کے مکتوب سے اہل سنت وجماعت کے عقائد و نظریات کی تائید و تثبیت میں بطور شواہد و دلائل کے اقتباس پیش کئے ہیں۔ ہر عقیدہ کو عنوان بنا کر اس کے اثبات میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کسی مکتوب سے فارسی میں اتنا ہی حصہ پیش کیا گیا ہے جس سے عقیدۂ اہل سنت وجماعت کی وضاحت ہو۔ مثلاً حضور کی بشریت۔ تصور شیخ۔ نماز کی حالت میں شیخ کا تصور آنا۔ عرس مبارک۔ فضیلت شیخین۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معراج بدنی حضور کا اللہ کے نور سے پیدا ہونا، حیات انبیاء یہ وہ مسائل ہیں جن پر مکتوب مجدد کی روشنی میں مسلک مجدد میں نہایت عام فہم انداز میں قلم اٹھایا ہے اور اہل تصوف کو انتباہ کیا ہے کہ مکتوبات مجدد الف ثانی تمہارے مسلک وعقائد کے مثبت و مؤید نہیں جیسا کہ ان کا زعم ہے۔ بلکہ بڑی شد و مد سے مسلک اہل سنت وجماعت اور ان کے عقائد و نظریات کے علم بردار ہیں۔ میاں صاحب کی یہ پُرخلوص کوشش اور مذہب حقہ کی تائید و نصرت قابل داد ہے۔ لیکن اس میں دو مسئلوں کثرتِ کرامات کا سبب اور تقدیر مبرم میں تصرف پر روشنی نہیں ڈالی۔

صرف مکتوبات کی اتنی عبارت نقل کر دینی کافی سمجھی ہے جس سے حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بایں طور فضیلت ثابت ہو کہ آپ سے بہت کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور آپ نے تقدیر مبرم میں بھی دخل دیا ہے۔ حالانکہ جملہ اہل تصوف نے وضاحت کی ہے کہ کرامت ولایت کے لئے شرط نہیں بلکہ کرامت کے لئے ولایت لازم ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لو کہ کرامت پر ولایت کی بنیاد نہیں۔ بہت سے اولیاء جو آسمان فضیلت پر مہر و ماہ بن کر چمکے ہیں، ان سے ایک کرامت بھی صادر نہیں ہوئی اور بہت سے ادنے درجہ کے اولیاء ہیں کہ ان کی کرامات حد بسیار کو چھوتی ہیں۔ تو جب کرامت کا حال یہ ہے تو اس کی کثرت کسی بھی صاحب ولایت کے لئے وجہ فضیلت نہیں بن سکتی اور نہ ہی صاحب ولایت کو اس پر ناز ہونا چاہیے۔ حضرت غوث الاعظم کے فضائل و مناقب کے لئے اس کے علاوہ اور بہت سے اسباب ہیں جن سے ان کے علو مرتبت کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ دوسرا مسئلہ تقدیر مبرم کا ہے۔ اس کے متعلق ہمارے فقہا اور متکلمین کی کتب مملو مشمون ہیں کہ تقدیر مبرم میں کوئی دخل نہیں دے سکتا اور نہ وہ کسی سے ٹل سکتی ہے۔ ہاں تقدیر معلق جسکی تعلیق کسی چیز پر ہوتی ہے، ٹل سکتی ہے۔ اب ہم ذیل میں ان دونوں مسئلوں کو مجدد صاحب کا پورا مکتوب نقل کر کے بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔

دفتر اول حصہ سوم صفحہ ۱۲۰ مکتوب ۲۱۶

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ کرامات یا خوارق ولایت کو لازم نہیں یعنی ولایت کرامات کی محتاج نہیں کہ وہ اس کے بغیر متحقق نہ ہو۔ ہاں کرامات و خوارق ولایت کے محتاج ہیں کہ ان کا ظہور ولایت کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء سے کرامات کم اور بعض سے کوئی ایک کرامت بھی صادر نہیں ہوئی۔ حالانکہ ان کا مقام ولایت بہت بلند ہے۔ کرامات کے عدم وجود سے ولایت میں قطعاً کوئی نقص نہیں آتا۔ اور بعض اولیاء سے مثل شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کرامات بہت صادر ہوئی ہیں میں سوچا کرتا تھا کہ کسی سے زیادہ اور کسی سے کم کرامات صادر ہونے کی وجہ کیا ہے؟ آخر یہ عقدہ بھی اللہ تعالےٰ نے حل فرمایا کہ جن اولیاء اللہ کا عروج بلند اور تام ہونے کے بعد نزول تام نہ ہو وہ عالم اسباب تک نہیں اترتے اوپر ہی اوپر رہتے ہیں۔ ان سے خوارق کا ظہور بکثرت ہوتا ہے کیونکہ ان کی نظر مسبب الاسباب پر ہوتی ہے۔ وہ اشیاء کو اسباب کے توسط سے نہیں دیکھتے اور جن کا نزول کامل ہو ان سے خوارق کم ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی نظر میں اشیاء کا ظہور اسباب کے توسط سے ہوتا ہے۔ اور کمال یہی ہے کہ

عروج کامل کے بعد نزول بھی کامل ہو۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شب معراج میں عروج اتنا بلند ہوا کہ حدود جہات وامکنہ سے بہت آگے چلے گئے۔ اور پھر نزول بھی ایسا ہی ہوا کہ جہاں سے تشریف لے گئے تھے وہیں آ گئے۔

اس سلسلہ میں حضرت حسن بصری اور حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما کی ایک حکایت لکھی ہے۔

> کہ روزے خواجہ حسن بصری برلب دریا استادہ بود وانتظار کشتی می برد کہ از آب بگذرد در ایں اثنا حبیب عجمی رسید پرسید کہ چرا استادہ اید۔ گفت انتظار کشتی میبرم۔ حبیب گفت چہ احتیاج کشتی است شما یقین ندارید؟ خواجہ حسن بصری گفت تو علم نداری؟ حبیب بے اعانت کشتی از آب گزشتہ رفت وخواجہ در انتظار استادہ ماند حسن بصری بعالم اسباب فرود آمدہ بود۔ باو بتوسط اسباب معاملہ فرمودند وحبیب عجمی چوں اسباب را درست از نظر انداختہ بے توسط اسباب باو زندگانی میکردند۔ اما فضل حسن راست کہ صاحب علم است وعین الیقین را بعلم الیقین جمع ساختہ واشیا را ... است واقعہ ... نفس الامر قدرت در پس حکمت مستور ساختہ اند وحبیب عجمی صاحب سکر است یقین بفاعل حقیقی دارد وبے آنکہ اسباب را مدخلے بود ایں دید مطابق نفس الامر است۔ زیرا کہ توسط اسباب بحسب واقع کائن است۔"

ترجمہ۔ اس مقام کے مناسب خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہما کی حکایت ہے کہ ایک دن خواجہ حسن بصری دریا کے کنارے کھڑے ہو کر کشتی کا انتظار کر رہے تھے کہ اس پر سوار ہو کر دریا سے گذریں اس اثنا میں حبیب عجمی بھی وہاں آ گئے۔ انھوں نے حسن بصری سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ حسن بصری نے فرمایا میں کشتی کے انتظار میں ہوں انھوں نے کہا کشتی کی کیا حاجت ہے۔ کیا آپ کو یقین نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تجھے علم نہیں؟ حبیب عجمی تو کشتی کی اعانت کے بغیر دریا سے گذر گئے اور حضرت خواجہ حسن بصری انتظار میں کھڑے رہے۔ حسن بصری کا نزول چونکہ عالم اسباب میں تھا۔ ان کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے توسط اسباب کا معاملہ کیا۔ اور حبیب عجمی نے چونکہ اسباب کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جس میں اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن فضیلت حسن بصری کے لئے ہے اس لئے کہ وہ صاحب علم ہیں۔ اور انھوں نے عین الیقین کو علم الیقین کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اور چیزوں کو ان کے حال اور حقیقت کے مطابق جانا ہے۔ اس لئے کہ نفس الامر میں رب تعالےٰ نے اپنی قدرت کو حکمت کے

پردہ میں چھپایا ہوا ہے۔ اور حبیب عجمی صاحب سِر ہیں۔ وہ فاعل کے ساتھ اسباب کے بغیر یقین، رکھتے ہیں۔ اس سے قدرے آگے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ رقم طراز ہیں کہ

> "اما معاملہ تکمیل ارشاد برعکس معاملہ ظہور خوارق است۔ زیرا کہ در مقام ارشاد ہرچند نازل تر کامل تر کہ در ارشاد حصول مناسبت درمیان مرشد و مسترشد درکار است کہ منوط بر نزول است۔"

لیکن معاملہ ارشاد کا ظہور خوارق کے برعکس ہے اس لئے کہ مقام ارشاد میں جتنا کوئی نازل ہوگا اتنا ہی وہ کامل ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ارشاد میں مرشد اور مسترشد (پیر و مرشد) کے درمیان مناسبت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس عبارت مذکورہ سے عیاں ہوا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خوارق و کرامات کی کثرت ان کی فضیلت کی بنا پر نہیں بلکہ اس کی بنا نزول ناقص پر ہے اور لوگوں کی رہنمائی کے لئے نزول کامل کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے کہ اس سے مرشد و مسترشد کے مابین مناسبت کا تحقق ہوتا ہے جس کی مقام ارشاد میں سخت ضرورت ہے۔ جن بزرگوں سے کرامات کا صدور نہیں ہوا یا بہت کم ہوا ہے ان کا عروج کامل کے بعد نزول بھی کامل ہے۔ اور نزول کامل ہی وجہ فضیلت بن سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا کہ فضیلت حسن بصری کے لئے ہے جو کشتی پر سوار ہو کر دریا سے گذرے۔ حبیب عجمی کے لئے نہیں جو خارق عادت کے طور پر بے اعانت کشتی دریا عبور کر گئے کہ ان کا پاؤں تک بھی نہ بھیگا۔

حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بلکہ افضلیت ہیں کہ آپ اپنے ہم عصر اولیاء سے افضل ہیں۔ کسی شک و شبہ کی مجال نہیں۔ آپ قطب اعظم، غوث اعظم ہیں اور سرتاج اولیا اور سلطان العارفین ہیں۔ آپ نے اپنے علم و عمل سے دین مصطفوی کی جو خدمت کی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اور گلستانِ شریعت و طریقت کی ریاضات و مجاہدات سے جو آبیاری کی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ نے سینکڑوں کافروں کو دولت اسلام سے بہرہ ور فرمایا۔ سینکڑوں کو علم شریعت کے زیور سے آراستہ کیا اور آپ کی کثرت عبادت بے مثال ہے۔ لیکن کثرت کرامات کو آپ کے لئے وجہ افضلیت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے کہ کرامت شرط ولایت نہیں۔

تقدیر مبرم و معلق کی بحث

سلک مجددیہ میں ایک مکتوب کسی ایک فقرہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ تقدیر مبرم میں جس میں کسی کو تصرف کی مجال نہیں تصرف کرتے تھے۔ قبل اس کے کہ اس مکتوب کو بعینہٖ نقل کریں۔ ضروری خیال کرتا ہوں کہ قارئین پر یہ واضح کر دوں کہ حضرت مولانا شاہ فضل الرسول برکاتی بدایونی قدس سرہ

اورحضرت مولنا احمد رضاخاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کاقول نقل کروں کہ یہ دونوں بالکل وہی فرماتے ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا۔ اول الذکر کا قول ان کی مشہور تصنیف المعتقد المنتقد میں ہے۔

> والقضاء علیٰ ضربین مبرم و معلق، فالاول لا یتغیر والثانی یمکن تغیرہ ومنہ ما عناہ سلطان العارفین سیدی عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الربانی بقولہ فی الغنیۃ انما الرجل من یتعرض القضاء فیردہ اذا لمعلق قد یغیرہ اللہ بلا واسطۃ ولا بدع ان یردہ بہا اکراماً لاولیائہ

قضاء کی دو قسمیں ہیں۔ مبرم اور معلق پہلی نہیں بدلتی اور دوسری کا بدلنا ممکن ہے۔ یہی مطلب ہے اس قول کا جو میرے سردار سلطان العارفین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الربانی کا غنیہ میں ہے کہ آدمی قضا کا سامنا کرکے اس کو پھیر دیتا ہے۔" اسلئے کہ تقدیر معلق کو کبھی اللہ تعالیٰ بغیر واسطہ کے پھیر دیتا ہے اور اس میں کیا مضائقہ ہے؟ کہ وہ اپنے اولیاء کے واسطہ سے ان کے اکرام کے لئے اس کو پھیر دے۔

ثانی الذکر کا قول المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد صـ۵۹ جو کتاب اول کا حاشیہ ہے، اس میں ہے۔

> والمعلق ناقذ فی علم اللہ تعالیٰ دعا صوا لمبرم حقیقۃ ومعروف بالدعاء مثلاً ہوا لمعلق الشبیہ بالمبرم فیکون مبرما فی عین الخلق الـ
> لعدم الاشارۃ الی التقیید ...... لعالواقع۔

حضرت قبلہ گاہی ام قدس سرہ، میفرمودند کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ در بعضے از رسائل خود نوشتہ اند کہ در قضائے مبرم ہیچ کس را مجال نیست کہ تبدیل بدہد مگر مراکہ اگر خواہم آنجا تصرف بکنم و ازیں سخن تعجب بسیار می کردند و استبعاد می فرمودند۔ و ایں نقل مدتہا در خزینۂ ذہن ایں فقیر بود تا آنکہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بایں دولت عظمیٰ مشرف ساخت روزے در صدد دفع بلیہ بودم کہ بعضے از دوستان نامزد شدہ بود و دراں وقت التجا و تضرع و نیاز و خشوع تمام داشتم ظاہر شد کہ در لوح محفوظ قضائیں

مسجد کو ہر طرح کی نجاست غلاظت و گندگی سے پاک رکھیئے۔
جب تک مسجد میں بیٹھے۔ ذکر تلاوت قرآن میں مصروف ہو۔ غفلت میں وقت نہ گذارے

امر معلق بامرے نیست و مشروط بشرطے نہ یک گونہ یاس و ناامیدی دوست داد سخن حضرت سید محی الدین قدس سرہ بیاد آمد مرۃ ثانیۃ باز ملتجی و متضرع گشت در راہ عجز و نیاز پیش گرفتہ متوجہ شدم بمحض فضل و کرم ظاہر ساختند کہ قضائے معلق بر دو گونہ است قضائیست کہ تعلیق او را در لوح محفوظ ظاہر ساختہ اند و ملائکہ را بر آں اطلاع دادہ و قضائیکہ تعلیق او نزد خدا است جل شانہ و بس و در لوح محفوظ صورت قضائے مبرم دارد و ایں قسم آخر است کہ صورت قضائے مبرم دارد نہ بقضائیکہ بحقیقت مبرم است کہ تصرف و تبدیل در آں محال است عقلاً و شرعاً کما لا یخفی و الحق کہ کم کسے را بر حقیقت آں قضا اطلاع است تا بہ تکیف کہ در آں جا تصرف نماید و بلیہ کہ متوجہ آں دوست شدہ بود در آں قسم اخیر بافتند و معلوم شد کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ دفع آں بلیہ فرمود۔ انتہیٰ

ترجمہ:۔ میرے پیر و مرشد فرماتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کو مجال نہیں کہ اس کو تبدیل کرے۔ مگر مجھ کو کہ اگر چاہوں تو وہاں تصرف کروں۔ اور اس بات پر بہت تعجب کرتے اور استبعاد فرماتے تھے۔ یہ نقل مدتوں اس فقیر کے خزانۂ ذہن میں تھی۔ یہاں تک کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے اس دولت عظمیٰ سے مشرف فرمایا۔ ایک دن میں ایک مصیبت کے دفع کرنے کے درپے تھا جو میرے دوستوں سے ایک دوست کے نام حکام وقت کی طرف سے مسلط کی گئی تھی۔ اس وقت میں نے کمال خشوع و نیاز اور تضرع سے التجا کی ظاہر ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضاء کسی امر سے معلق اور کسی شرط سے مشروط نہیں۔ ایک طرح کی یاس و ناامیدی نے ہاتھ دیا۔ حضرت سید محی الدین قدس سرہ کا قول یاد آیا۔ بندہ دوبارہ التجا اور زاری کرنے والا ہوا اور راستہ عجز و نیاز کا اختیار کر کے متوجہ ہوا محض اللہ کے فضل و کرم سے انھوں نے ظاہر کیا کہ قضاء معلق دو قسم ہے۔ ایک وہ قضاء ہے کہ اسکی تعلیق لوح محفوظ میں ظاہر کی ہے اور ملائکہ کو اس پر اطلاع دی ہے۔ اور ایک وہ قضاء ہے کہ اس کی تعلیق خدا جل شانہ کے نزدیک ہے اور بس! اور وہ لوح محفوظ میں صورت قضاء مبرم کی رکھتی ہے۔ یہ آخر کی قسم قضاء مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ حقیقت میں قضاء مبرم نہیں جس میں تصرف و تبدیل عقلاً و شرعاً محال ہے کما لا یخفی اور حق بات یہ ہے کہ کسی کو اس قضاء کی حقیقت پر اطلاع نہیں ہے۔ چہ جائیکہ وہ

اس میں تصرف کرے۔ وہ مصیبت جو اس دوست کی طرف متوجہ ہوئی تھی اس میں قضاء معلق کی دوسری قسم کو پایا اور معلوم ہوا کہ حضرت حق سبحانہ تعالےٰ نے اس مصیبت کو دفع فرما دیا ہے۔

مسلک مجددیہ میں صرف دو مسئلے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تحقیق سے محتاج بیان تھے۔ جن کو ہم نے ہر دو مسئلوں کی وضاحت کے لئے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پورے مکتوب کو نقل کر دیا ہے۔ اور ان دو مسئلوں میں حضرت مجدد نے جو لکھا ہے۔ وہ ان کی اپنی انفرادی راہ نہیں ہے۔ بلکہ جمہور علماء شریعت و طریقت کی راہ بھی یہی ہے جس سے کسی بھی مسلمان کو بالخصوص حضرت مجدد کے معتقدین کو مجال سرتابی نہیں ہے۔

ان دو مسئلوں کے سوا مسلک مجددیہ میں جن مسائل کو مکتوبات مجدد کی روشنی میں میاں صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ ان کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔ اللہ تعالےٰ حضرت میاں صاحب کی اس دینی سعی کو مشکور فرمائے آمین۔

ارتحالات

حاجی محمد امان خاں صاحب مورخہ ۲۴ دسمبر مطابق ۹ ذی الحج بروز منگل رحلت فرما گئے،

حاجی صاحب مرحوم بمقام لیہ رہنے والے تھے۔ اور دیرینہ یاران طریقت میں سے تھے۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری سے بیعت تھے۔ تہجد گذار تھے اور طریقت میں نسبت قوی رکھتے تھے۔ گذشتہ سال حضرت شمس الملت مدظلہم نے خلافت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔

ایضاً

جناب صوفی غلام جیلانی ریل بازار لائل پور والے بھی وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم نہایت صالح اور نیک سیرت آدمی تھے۔ عرصہ دراز تک صاحب فراش رہے آخر وقت آیا تو چلے گئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہر دو بزرگوں کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین

قارئین سے بھی استدعا ہے کہ وہ ان کے لئے دعا مغفرت کریں۔

ان امور کا مسجد کے احترام کے لئے پاس کرنا ضروری ہے۔

۱۔ جب لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہوں تو مسجد میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کہنا چاہیئے۔

۲۔ مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے۔

۳۔ مسجد میں تلوار نہ کھینچے۔ یعنے نہ اسکو نیام سے باہر لائے اور نہ اسکو اوپر اٹھائے۔

۴۔ مسجد میں گم شدہ چیز بلند آواز سے بول کر تلاش نہ کرے۔

سلامِ وفا

قمر یزدانی
پنوانہ ضلع سیالکوٹ

بہ بارگاہِ سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء الیٰ یوم الجزاء

سلام شافعِ روزِ جزا! سلامُ علیک
سلام مالکِ ہر دو سرا! سلامُ علیک

سلام چشمۂ صدق و صفا سلامُ علیک
سلام پیکرِ مہر و وفا سلام علیک

حبیبِ خالقِ ارض و سما! سلام علیک
ہے تجھ سے رونقِ دنیا سلام علیک

سلام ساقیِ کوثر! سلامِ رحمتِ کُل
شہِ حجاز! شفیع الوریٰ سلام علیک

سلام مظہرِ حُسن و جمالِ لم یزلی
ضیائے طلعتِ بدر الدّجیٰ سلام علیک

ترا خزینۂ رحمت ہے مرجعِ کونین
سلام خلق کے حاجت روا سلام علیک

ترے ہی دم سے ہے تزئین دونوں عالم کی
سلام منبعِ نور و ضیا سلام علیک

تو نازنینِ دو عالم، تو صدرِ بزمِ جمال
سلام مظہرِ نورِ خدا سلام علیک

بشر کو تُو نے نوازا ہے آدمیّت سے
سلام مشعلِ راہِ ھُدیٰ سلام علیک

گدا نواز ہے عادت تری اے خلق پناہ!
سلام مخزنِ لطف و عطا سلام علیک

قبولِ درگہِ حق ہے ادائے ناز تری
سلام ہستیِ معجز نما سلام علیک

پھرا نہ بابِ کرم سے ترے کوئی محروم
سلام معدنِ جود و سخا سلام علیک

نبیِّ خلق! ترا دل ہے مہبطِ جبریل
سلام موردِ وحیِ خدا سلام علیک

ترا وجودِ مقدس ہے معنیِ لولاک
جہانِ کُن کی ہے تو ابتدا سلام علیک

فرازِ عرش کے تارے ہیں گردِ راہ ترے
جلیسِ مسندِ عرشِ علا سلام علیک

اسے بھی پاس ہی اپنے بلائیے للّٰہ
قمرؔ کے ہاتھ ہیں وقفِ دعا سلام علیک

مولانا محمد اشرف ایم اے پشاور

اقبال کا مرد مسلم

اقبال کا شعر ہے ؎

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں

انسان اس عالم میں اللہ تعالیٰ کا نائب بن کر آیا ہے۔ اور بایں وجہ مناسبت صفاتِ الٰہی کا مظہر بنایا گیا ہے۔ انسان جس قدر سفلی تقاضوں سے پاک ہو گا اور اپنے جواہر باطنی کو تزکیہ اور احکام الٰہی کی پابندی سے روشن کرتا جائے گا۔ اس میں صفات حق کا انعکاس ہو گا۔ اور وہ خدا کی صفات جمال و جلال، کمال و تنزیہہ کا آئینہ بن جائے گا۔ انسان کی تکمیل صفاتِ حق کی تجلیات سے ہوتی ہے۔ انسان کا وجود و ظہور اور بقاد ترقی تمام اللہ تعالیٰ کی صفات کے مختلف مظاہر ہیں۔ بندہ جب خدا سے تعلق پیدا کرتا ہے اور ماسوا کے تعلقات سے فارغ ہو کر ذاتِ حق میں ہر آن شاغل و مشغول ہو جاتا ہے۔ تو صفاتِ رب کا پرتو اس کے ظاہر و باطن کا نور بن جاتا ہے، وہ اپنی ذات سے گم ہو کر خدا کی ذات سے قائم ہو جاتا ہے، اسی کی ذات سے اسکی ہر ادا اور اسی جمیل مطلق کے اشاروں سے اس کی ہر حرکت و سکون ہونے لگتی ہے۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اسے فنا و بقاء کا مقام کہتے ہیں۔ یعنی اپنی ذاتی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ آلہ رب بن کر اس عالم میں زندگی گذارتا ہے، اور یہ کمال اسے صبغۃ اللہ میں رنگ جانے اور عبدیت میں کامل ہو جانے سے نصیب ہو جاتا جاتا ہے۔ قرآن اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ

اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ اچھا ہے۔

یہ اللہ کا رنگ صفاتِ الٰہیہ کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ اقبالؒ کہتا ہے ؎

قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ
عشق را ناموس و نام و ننگ دہ

اقبال کے مرشد معنوی مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

آنکہ او بے نقش وسادہ سینہ شد
نقشہائے غیب را آئینہ شد
آدم اصطرلاب اوصاف علو است
وصف آدم مظہر آیات اوست
ہر چہ در وے می‌نماید عکس اوست
ہمچو عکس ماہ اندر آب جو است
خلق را چوں آب داں صاف و زلال
واندرو تاباں صفات ذوالجلال
علم شاں و عدل شاں و لطف شاں
چوں ستارہ چرخ در آب رواں

اقبال کا قول ہے ؎

اینکہ در سینہ بپیچد یک نفس
سراز اسرار توحید است و بس
رنگ او برکن مثال او شوی
در جہاں عکس جمال او شوی

بندہ مومن کا انتہائے کمال اللہ تبارک و تعالےٰ کا قرب خاص اس کے احکام کی پابندی اور اس کا نائب بن کر نقش حق کو عالم پر مرتسم کرنا ہے۔ قرب الٰہی، احکام الٰہیہ کی پابندی اور نائب حق کی حیثیت سے جس قدر اللہ تبارک و تعالےٰ کے صفات جلال و جمال، کمال و تنزیہہ کا پرتو اسکی ذات سے ظاہر ہوگا۔ اسی قدر انسان اپنے فرائض مظہر حق اور خلیفہ ربانی بن کر ادا کر سکے گا۔ خداوند قدوس کی جلالی و جمالی اور کمالی صفات ہی مومن کے ایمان کے عناصر ہیں۔ ذات حق کی کنہ تک پہنچنا ممکن نہیں۔ معرفت الٰہی کا زینہ صفات حق کی ہی پہچان و یافت ہے۔ بندہ مومن چونکہ خلیفہ الٰہی ہے اس لئے اس کا باطن خدا کی ہر قسم کی صفات کا تجلی گاہ ہے، اور مومن انھیں صفات کے مجموعہ سے اپنے اخلاق و کردار کو وجود بخشتا ہے۔ اقبال نے اپنے اس شعر میں

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

خدا کی صفات جمال و کمال و جلال کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر ایک صفت کا غلبہ ہو تو اعتدال جو فلاحت کیلئے ضروری ہے، باقی نہیں رہ سکتا۔ اس بنا پر مومن سے ہر موقع و محل کے مطابق مناسب صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ "ضرب کلیم" میں مومن کے عنوان پر اقبالؒ نے جو کہا ہے وہ ہمارے اس قول کی تصدیق کرتا ہے، کہتا ہے ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
جچتے نہیں کنجشک و حمام اسکی نظر میں
جبرائیل و اسرافیل کا صیاد ہے مومن
کہتے ہیں فرشتے کہ دل آویز ہے مومن
حوروں کو شکایت ہے کم آمیز ہے مومن

جب اس سے صفات جمالی کا اظہار ہوتا ہے تو وہ ۔ ———

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم

اور جب وہ جلالی کا مظہر بنتا ہے تو

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

اگر ہو جنگ تو شیران غاب سے بڑھکر
اگر ہو صلح تو رعنا غزال تاتاری

بندۂ مومن کی انھیں متضاد و مختلف صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے اقبالؒ فرماتے ہیں

قلندراں کہ براہِ تو سخت می کوشند
ز شاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند
بجلوت اند و کمندے بمہر و مہ پیچند
بخلوت اند و زمان و مکان در آغوشند
دریں جہاں کہ جمالِ تو جلوہ ہا دارد
ز فرق تا بقدم دیدہ و دل و گوشند
بروز بزم سراپا چو مرینا و حریر
بروز رزم خود آگاہ و تن فراموشند

مومن کی یہ جامعیت صفاتی اسی ذاتِ جمیل و جلیل کا فیضِ کامل تھی۔ جو اس عالم میں صفاتِ الٰہی کا مظہر اتم بن کر آیا تھا، صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے آئینہ دار نذیری

مومن کی جلالی و جمالی صفات کے متعلق قرآن کہتا ہے۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی (صحابہؓ) کفار پر بھاری و غالب ہیں۔ اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔

غرض مومن خدا کا بندہ بن کر اسکی صفات میں رنگین ہو کر کبھی جلال الٰہی کا مظہر بنتا ہے۔ کہیں جمال ربانی کا منظر پیش کرتا ہے۔ اور کبھی کمال خداوندی کا پرتو اسکی ذات سے ظاہر ہوتا ہے۔

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

یہی بندۂ مومن ہے جو اللہ کا ہاتھ بن کر عالم میں خدا کی حدود کا اجرا، اس کے احکام کا نفاذ کرتا ہے۔ اور خدائی صفات کی مختلف شئون و تجلیات اسکی ذات سے ظہور پاتی ہیں

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز
خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اسکی امیدیں قلیل اسکے مقاصد جلیل
اسکی ادا دلفریب اسکی نگاہ دلنواز
نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو!
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

مومن کی صفات چہار گانہ۔ قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت ــــ حقیقت میں ان صفاتِ الٰہیہ کا امتزاج ہیں، جنکی تشکیل سے مومن کا اخلاق بنتا ہے۔ قہاری خدا کی صفاتِ جلال کا عکس ہے۔ غفاری جمالی صفات کا پرتو ہے۔ قدوسی صفاتِ تنزیہہ کا ظل ہے۔ اور جبروت

کمالی صفات کا سایہ ہے، پہلی صفت کا حاصل حق کے لئے غلبہ و سطوت، دوسری صفت کا مدعا قوت پاکر مظلوموں زیر دستوں یہاں تک کہ قاہروں اور جابروں کو بخش دینا ہے۔ تیسری صفت قدوسی کا منشا عفت و پاکیزگی، تزکیہ باطن و تطہیر نفس و قلب ہے۔ چوتھی صفت کا خاصہ ان صفات سہ گانہ کو اپنا کر خلافت الٰہیہ کے مقام پر اس طرح فائز ہونا ہے کہ اس کے ہیبت و جلال کی بنا پر کوئی شخص احکامِ الٰہی سے سرتابی نہ کر سکے۔

صفات کے متعلق اس اجمالی بیان کے بعد ہم صرف غفاری کی کچھ مختصر تشریح پر اکتفاء کرتے ہیں اسلام کا خدا غفور ہے۔ بقول سید سلیمان ندوی رح قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے دو جگہ غافر (بخشنے والا) کہا ہے، پانچ دفعہ غفار (بڑی بخشائش کرنے والا) اور اتنی ہی دفعہ عفو اور ستر سے زیادہ آیتوں میں غفور کہا ہے۔ خدا نے اپنی اس صفت کی تجلی کا پرتو پیدا کرنے کے لئے مومنین کو کھلی دعوت دی ہے،

قُل لِّلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا
يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ ۔

ایمان والوں سے کہہ دے کہ جو اللہ کے جزا و سزا کے واقعات پر یقین نہیں رکھتے انھیں معاف کر دیا کریں۔

مومنین کی صفت بتائی۔

وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ۔۔

جب غصہ آئے تو وہ معاف کر دیتے ہیں

مسلمانوں کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سراپا بخشش و رحمت ہے، اور اس کا پرتو عام مومنین کی ذات سے ہویدا، یہی مغفرت و بخشش، عفو و درگذر کا جذبہ ہے جو عملاً اس امت کا خاصہ ہے، اور لوگوں پر شفقت کی ایمانی صفت سے وجود میں آیا ہے ــــــ اقبال رح کہتا ہے ؎

فطرتِ مسلم سراپا شفقت است
در جہاں دست و زبانش رحمت است
آنکہ مہتاب از سر انگشتش دو نیم
رحمتِ او عام و اخلاقش عظیم

یہی غفاری کا بے پایاں جذبہ تھا، جس کی وجہ سے نبی پاک حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون کے پیاسوں، وطن سے بے وطن کرنے والوں اور طرح طرح کی اذیت دینے والوں کو فتح مکہ کے دن یہ کہہ کر بخشدیا:

لا تثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء
آج کے دن تم پر کوئی تنگی و پکڑ نہیں
تم سب کے سب آزاد ہو)

زہر کھلانے والی یہودیہ سے باز پرس نہیں کی پیارے چچا کے قاتل وحشی پر دار و گیر نہیں فرمائی۔ دانت شہید کرنے والوں، پتھر برسانے والوں، خون میں نہلانے والوں کو ہمیشہ بخششے نوازتے اور دعائیں دیتے رہے۔

بقیہ صہ ۹ پر

تحریر — مولانا عبدالحکیم شرف قادری

امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رح

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ابن حضرت سید کریم شاہ علی پوری (۱۸۴۱ء / ۱۲۵۷ھ) میں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ آپ نجیب الطرفین سید اور ساداتِ شیراز کے حضرت سید محمد ماموں المعروف بہ قطب شیرازی کی اولاد امجاد سے تھے، آپ کا سلسلۂ نسب ۳۸ واسطوں سے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے، آپ نے حضرت حافظ شہاب الدین کشمیری سے علی پور سیداں میں قرآن پاک حفظ کیا، ابتدائی کتب مولانا عبدالرشید علی اور مولانا عبدالوہاب امرتسری سے پڑھیں مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے کسب فیض کیا، کان پور میں مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء سے بھی استفادہ کیا، علامۂ زمن مولانا احمد حسن کانپوری سے علمی استفادہ کیا[1] مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے بھی فیض یاب ہوئے، اور حدیث شریف کی سند حضرت مولانا عبدالحق مہاجر مکی سے حاصل کی[2]، حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی نے بھی حدیث کی سند عطا کی[3]، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ فقیر محمد المعروف باباجی قدس سرہ (چورہ شریف) کے مرید ہوئے اور قلیل مدت کے بعد خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے[4]۔

امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ قدس سرہ نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دیں، اسلام کا پیغام متحدہ ہندوستان (متحدہ پاک و ہند) کے کونے کونے تک پہنچایا، عیسائی مشنریوں اور آریہ سماج کی ریشہ دوانیوں کو ناکام بنا دیا، ہزارہا عیسائیوں اور ہندوؤں کو مشرف باسلام کیا، شدھی تحریک (مسلمانوں کو ہندو بنانے کی سازش) کے خلاف بھرپور جدوجہد کی اور آگرہ میں تبلیغی مرکز قائم کر کے طوفانی دورے کئے، مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کی زبردست تردید کی، شاہی مسجد لاہور میں مرزا کی موت کی پیشین گوئی کی جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی، تفصیل کے

ا؎ پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب : تذکرہ شاہ جماعت، ص ۲۵

۲؎ ایضاً : ص ۳۰

۳؎ محمد دین کلیم : لاہور میں اولیاء نقشبند کی سرگرمیاں، ص ۶۱

۴؎ پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب : تذکرہ شاہ جماعت، ص ۳۰ — ۳۱

ڈاکٹر صاحب آپ کا ایک شعر ہمیں بھی یاد ہے ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس پر اقبال نے کہا میری نجات کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ کو میرا یہ شعر یاد ہے۔

آپ کے مریدین اور خلفاء میں زیادہ تر جدید تعلیم یافتہ طبقہ شامل ہے، آپ نے بے شمار حج کئے، کم و بیش پچاس دفعہ دربار رسالت میں حاضری دی، سینکڑوں مسجدیں تعمیر کرائیں، متعدد مدرسے جاری کئے، ۱۹۰۴ء میں انجمن خدام الصوفیہ کی بنیاد لاہور میں رکھی، اس انجمن نے دینی اور ملی کارہائے نمایاں انجام دیئے، کئی رسائل آپ کی سرپرستی میں شائع ہوتے رہے، ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور (جو ان دنوں قصور سے شائع ہوتا ہے)۔ اور ماہنامہ لمعات الصوفیہ سیالکوٹ پر آپ کی خاص نظر عنایت تھی۔ اس دور میں یہ رسائل بڑے وقیع مضامین پر مشتمل ہوتے تھے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں بحیثیت سرپرست شریک ہوئے، غرض آپ کے کارہائے نمایاں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ لیکن افسوس اس طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی[1]۔ آپ کی سخاوت اور دریا دلی کا ایک عالم میں چرچا تھا کوئی سائل آپ کے دربار سے خالی نہ جاتا، خاص طور پر عربوں کی بہت عزت و تکریم کرتے تھے چنانچہ اہل عرب آپ کو "ابو العرب" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہ بے پناہ دینی اور ملی مشاغل کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی جانب توجہ نہ دے سکے، تاہم چند رسائل آپ کے یادگار ہیں۔

(۱) ضرورت شیخ:۔ قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے ارشادات سے بیعت کی اہمیت واضح فرمائی ہے

(۲) یاران طریقت:۔ بیعت کے روحانی فوائد

(۳) اطاعتِ مرشد

(۴) مرید صادق:۔ اس میں تصوف کی رو سے مرید کی تعریف اور پیر و مرید کے تعلق کی وضاحت فرمائی ہے۔

یہ چاروں رسائل طبع ہو چکے ہیں ان کے علاوہ فضیلتِ تہجد پر ایک مقالہ تحریر فرمایا جو ماہنامہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ کے شمارہ اکتوبر (۱۱) میں شائع ہوا ہے۔

بقیہ صد ۹ پر

[1] الحمد للہ! پروفیسر محمد طاہر فاروقی (صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی) نے اس طرف توجہ دی اور ایک ضخیم سوانح مبارک مدون فرمائی ہے۔ حضرت پیر سید حیدر حسین شاہ مدظلہ نے "تذکرۂ شاہ جماعت" مرتب فرمایا ہے جو مئی ۱۹۷۳ء میں شائع ہو چکا ہے اور اب ماہنامہ انوار الصوفیہ نے اس جانب اہم قدم اٹھایا ہے۔

قطب الدین محمدی فریدی

حقیقتِ تقویٰ

مندرجہ ذیل مضمون ہمارے نوجوان فاضل صاحبزادہ قطب الدین محمدی فریدی نے لکھا ہے مضمون آیات و احادیث و اقوال صوفیہ اور انکے واقعات و حکایات سے مدلل و مزین ہے۔ یہ ان کی پہلی کوشش ہے جس میں وہ کامیاب نکلے ہیں۔ اللہ ان کو مزید توفیق دے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے) تقویٰ کا لفظی معنیٰ جعل النفس فی وقایۃ مما یخاف ——— (نفس جس چیز سے ڈرتا ہے اُسے اس سے محفوظ رکھنا) اور عرفِ شرع میں نفس کو ایسی چیزوں سے محفوظ رکھنا جو کہ گناہ کا موجب ہوں وہ تقویٰ ہے۔ بعض نے الحجز بین الشیئین کے ساتھ بھی تفسیر کی ہے یعنی دو چیزوں کے درمیان آڑ۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

کُنَّا اذا اشتد الباس اتقینا

برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی جب جنگ زوروں پر ہوتی اور دشمن کا خوف ہم پر سخت ہوتا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور دشمن کے درمیان حاجز (رکاوٹ) بنا لیتے تھے۔ اور اعمال میں تقویٰ کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ جب متقی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے۔ اور منہیات سے رک جائے تو اس کا ایسا کرنا اس کے اور آتشِ دوزخ کے درمیان حاجز (رکاوٹ) کی حیثیت رکھتا ہے۔ تقویٰ کے معنی پر مفسرین کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ جو نزاکت عملی کا پیکر ہیں۔ بعض فرماتے ہیں تقویٰ یہ ہے کہ خود کو کسی سے بہتر نہ سمجھے اور بعض کے نزدیک گناہ پر اصرار نہ کرنا اور عبادت پر غرور نہ کرنا کو تقویٰ کہتے ہیں۔ بعض نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اقتداء کو تقویٰ کا نام دیا ہے۔ پھر تقویٰ تین قسم کا ہے۔

۱۔ کفر سے بری ہو کر ہمیشہ کے عذاب سے محفوظ ہونا۔ جس پر ارشاد باری دال ہے۔ والزمھم کلمۃ التقوٰی

۲۔ ہر وہ چیز جس کا کرنا یا چھوڑنا گناہ ہو اس سے اجتناب کرنا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ عزوجل سے توجہ ہٹا دینے والی شئے سے منزہ ہونا۔

یہی حقیقی تقویٰ ہے جس کے متعلق حکم ہوا

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ

تاویلات نجمیہ میں مذکور ہے متقی وہ لوگ ہیں جنہوں نے وعدۂ الست کو پورا کیا۔ اتقاء پر سلف صالحین کی بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں جو ہماری زندگی کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ روح البیان میں ھدًی للمتقین کے تحت واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ السامی ایک دفعہ کسی ساتھی کے ہمراہ سفر میں تھے۔ آپ نے اس کی معیت میں ایک کپڑا دھویا۔ ساتھی نے مشورہ دیا کہ اسے خشک کرنے کے لئے کسی دیوار پر لٹکا دیا جائے۔ آپ نے فرمایا ہم کسی کی دیوار کو خراب نہیں کرنا چاہتے۔ اس نے کہا پھر اسے درخت پر لٹکا دیجئے آپ نے فرمایا اس سے درخت کی شاخوں کو نقصان پہنچے گا۔ اس نے عرض کی کپڑے کو زمین پر بچھا دیں فرمایا یہ جانوروں کی چراگاہ ہے ہم اسے چھپانا نہیں چاہتے۔ آپ نے اسے اپنی پشت پر ڈال کر خشک کیا۔

یہی تقویٰ تھا کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقروض کی دیوار کے سائے میں نہیں بیٹھتے تھے۔ جب آپ سے اس سلسلہ میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَھُوَ رِبٰوا

جو قرض نفع لائے وہ سود ہے، تقویٰ ایسی نعمت ہے کہ جس کے تحت ہر نیکی شرف قبولیت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتی ہے۔

۶۔ عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر کرد

روح البیان میں مذکور ہے کہ بصرہ میں ایک شخص تھا جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ اس لئے اُس کو مسکی کہتے تھے۔ جب اس سے پوچھا گیا تو اُس نے کہا میں بہت خوبصورت تھا اور اس کے ساتھ شرمیلا بھی۔ میرے باپ کو کسی نے مشورہ دیا کہ اسے بازار میں بٹھا دو کہ یہ میل جول میں عار نہ محسوس کرے چنانچہ میرے والد نے مجھے ایک دوکان پر بٹھا دیا۔ ایک دن ایک بڑھیا آئی اس نے کچھ خرید کیا۔ اور قیمت کے متعلق کہا کہ میرے ساتھ چلو میں تمہیں گھر سے رقم دونگی۔ میں اُس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ مجھے ایک بہت بڑے مکان میں لے گئی جس میں ایک بڑا قبہ تھا وہاں ایک تخت پر جو سونے سے آراستہ تھا ایک خوبصورت عورت بیٹھی تھی جس نے مجھے اپنی طرف کھینچا۔ میں نے کہا اللہ اللہ۔ اس نے کہا کسی قسم کا خوف مت کر میں نے اس سے نجات پانے کے لئے کہا میں قضاء حاجت کیلئے جانا چاہتا ہوں۔ پھر میں بیت الخلا میں داخل ہو گیا۔ وہاں میں نے گندگی اٹھا کر اپنے چہرے اور بدن پر مل دی۔ جب باہر نکلا تو اس نے یہ کہہ کر کہ پاگل ہے میری خلاصی کر دی۔

بعد ازاں ایک رات میں نے ایک آدمی کو دیکھا اس نے کہا تو مجھے جانتا ہے میں نے کہا

بقیہ صفحہ ۳۷ پر

پروفیسر فیاض کاوشس

مجددِ اعظم رح

ہم پروفیسر کاوشس صاحب کا انوارالصوفیہ کے لئے مضمون ارسال کرنے کا شکریہ ادا کرتے ہیں ان کا یہ مضمون جوشِ عقیدت کا آئینہ دار ہے۔

حدیث شریف سے اس حقیقت کی تائید ہوتی ہے کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ اگرچہ ہم صالحین میں سے نہیں پھر بھی صالحین سے محبت ضرور رکھتے ہیں چنانچہ امید ہے اللہ پاک ہمیں بھی نیکی عطا فرمائے گا۔ اس کے علاوہ اہل اللہ کو یاد کر لینا، خود ہمارے قلب و روح کے تزکیہ کے لئے بہت ضروری ہے۔ ان پاک روحوں کو ہم جسقدر یاد کریں گے ہم خود بھی یاد کئے جائینگے اور اگر انھیں بھلا دیں گے تو بھلا دیئے جائیں گے، بلکہ مٹا دیئے جائینگے!

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ اعلےٰ حضرت کی تحریریں ہی تو تھیں جنھوں نے طوفانِ الحاد کے خلاف کشتیٔ نوح کی طرح، حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو اپنی آغوشِ محبت میں لے لیا اور رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دریائے رحمت سے خوب خوب فیضیاب فرمایا۔! چنانچہ اعلیٰ حضرت کا عرسِ مقدس منانا۔ روح پاک مصطفےٰ کو خوش کرنا ہے اور بارگاہِ رسالت میں تقرب حاصل کرنا ہے! کیونکہ علامہ شاہ عبدالمصطفےٰ محمد احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز اس صدی کے "مجددِ اعظم" ہیں۔ وہ حقیقی معنوں میں اسلام کے ستون اور "سنت" کے محافظ تھے۔ وہ عاشق رسول اور عاشق غوث الاعظم دستگیر تھے۔ ! اس سانس کے عاشقِ رسول تھے کہ ان کا کوئی سانس ذکرِ رسولؐ سے خالی نہیں گذرا درود و سلام جسکو مسلمان تقریباً بھلا چکے تھے انھیں کی کوششوں سے عام ہوا اور ایسا مقبول ہوا کہ آج تک جماعت اہل سنت کے دلوں کو گرما رہا ہے۔

جسوقت توحید کے پردے میں 'توہین رسالت مآب' ہو رہی تھی — 'اہل بیت' کی محبت کا پردہ چاک کیا جا رہا تھا اور اصحاب رسول کی عزت و آبرو کی جڑیں اکھاڑی جا رہی تھیں — "غیر مقلدیت" کے پردے میں امام اعظم ابوحنیفہ کے فقہ کے 'نورانی' مینار گرائے جا رہے تھے — اور سلطان الہند، عطائے رسول — خواجہ غریب نواز کی سرزمین میں اولیائے کرام سے نفرت کی مہم زور شور سے چلائی جا رہی تھی۔ انگریزوں کے سائے میں "نیچریت" کا زہر بھی سرائیت کئے جا رہا تھا۔ اہل ہنود بیٹھی

کے تحت ہندو مسلم اتحاد کے پردے میں عقائد اسلام پر ڈاکہ ڈال دیے تھے۔ ایسے پر آشوب دور میں اللہ کی رحمت سے "چراغِ مصطفوی" کو ہر طوفانِ بدتمیزی سے محفوظ کرنے والے صرف اور صرف حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ تھے۔ بلکہ اس نور کو نئے سرے سے غافل دلوں میں اجاگر کرنے کا سہرہ بھی آپ ہی کے سر ہے! یوں تو آپ کی تحریکِ اصلاح کے متوازی اور بھی تحریکیں نظر آتی ہیں مگر ہر تحریک کا بانی اپنے رفیقوں کے سہارے آگے بڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن جس نے یہ میدان تنِ تنہا سر کیا وہ صرف ایک احمد رضا خاں صاحب کی ہستی تھی۔ اسطرح بلا شرکت غیرے آپ کی ہمہ گیر شخصیت اپنے عہد پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپ کی زندگی "عشقِ رسول، حبِّ اہلِ بیت اور الفتِ صحابہ کرام سے بھرپور ہے! آپ کی ذات "امام اعظم کی فقاہت" اور جنابِ غوث اعظم کے "فقر" کا مکمل نمونہ ہے۔ اس طرح آپ ایک تاریخ ساز شخصیت تھے! آپ خوب جانتے تھے کہ کسی بھی مذہب میں پُرخلوص ولولہ، والہانہ جذبہ اور دیوانگی کی حد تک لگاؤ ہی بنیادی چیز ہے۔ اس جذبہ صادق میں کسی طرح کی خامی کا اثر براہِ راست مذہب پر پڑتا ہے۔ بلا مبالغہ اعلیٰ حضرت نے "امتِ مسلمہ" میں جذبہ عشقِ رسول کے تحفظ اور اس کے فروغ کیلئے ایک انقلابی تجدیدی کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر امتِ مسلمہ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس مردِ مجاہد نے تنِ تنہا بزرگان سلف کے خلاف اٹھنے والی یلغار کو روکا اور اولیائے کرام کی ناموس کا وہ دفاع کیا کہ مسلمانوں کے گلوں میں احسان کی ہیکلیں ڈال دیں! بے ادبی کے ہر فتنہ کے خلاف وہ مصطفیٰ کی ڈھال بن گئے!

آپ کا ہر فعل، عشقِ رسول سے اس طرح لبریز ہے کہ گویا خالقِ کُل نے آپ کو احمد مختار صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کی ہدایت کے لئے شمعِ ہدایت بنایا تھا

لے ڈال دی قلب میں عظمتِ مصطفےٰ
حکمت اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

چنانچہ پاک و ہند میں "قادریت" اور "حنفیت" کو جو نئی زندگی ملی ہے اسے اعلیٰ حضرت کی سعی و کوشش نے تازہ ہو دیا ہے! آپ نے تنِ تنہا جو کام کیا ہے وہ کوئی پوری جماعت نہیں کر سکتی۔ آپ نے بعض نئے پیش آمدہ مسائل کا حل بھی بڑے محققانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ اختلافی مسائل کا فیصلہ ایسے دلائل کی روشنی میں کیا کہ مخالفین کو دم مارنے کی مجال نہیں اور موافقین کے لئے دلائل میں کسی اضافے کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی!

حتیٰ کہ علامہ اقبال جیسے جوہر شناس نے تسلیم کیا کہ ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے اور پاک و ہند کے نابغۂ روزگار فقیہہ تھے (مقالات ۳، ۱۱۰۱) حقیقت بھی یہی ہے کہ علم فقہ میں جو کمال اعلیٰ حضرت کو حاصل تھا اسکو عرب و عجم مشرق و مغرب کے علماء نے گردنیں جھکا کر تسلیم کیا۔ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیارِ ہند کی طرف جب "فتنۂ نجدیت" کا بادل بڑھا تو اللہ جل شانہ نے اپنی شان کریمی سے باطل کا منہ پھیرنے کیلئے احمد رضا خاں کو پیدا فرما دیا۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ آپ نے چار سال کی ننھی سی عمر میں آپ نے قرآن حکیم

لے اگلے صفحہ پر

ختم کر لیا۔ اور چھ سال کی چھوٹی سی عمر میں ایک بڑے اجتماع میں وعظ فرمایا اور ۱۳ ر سہ ۱ سال کی قلیل عمر میں اپنی بے مثال صلاحیت سے علوم عقلی و نقلی میں فارغ التحصیل ہو کر دستارِ فضیلت حاصل کر لی اور عملی طور پر اسی وقت سے درس و تدریس کے فرائض اور فتویٰ نویسی کی ذمہ داری سنبھال لی ہے۔! اعلیحضرت "علم مناظرہ" اور فقہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے! اس کے علاوہ دنیا بھر کے پیچیدہ پیچیدہ پچاس[2] علوم پر عبور کامل حاصل تھا۔ حرمین طیبین اور دیگر بلاد اسلامیہ کی یگانۂ روزگار علمی ہستیوں نے اعلیحضرت کے عظیم علمی مقام کو سراہا جس کا عشر عشیر بھی کسی معاصر کو نصیب نہیں ہو سکا۔ انکی علمی فوقیت کو تو خود ان کے مخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے۔! یورپی یونیورسٹیوں کے بعض فاضل بھی اس حقیقت کے معترف تھے "علم ریاضی اور جبدرسہ" پر آپ کو اسقدر عبور حاصل تھا کہ دنیا کے مانے ہوئے چوٹی کے ریاضی داں ڈاکٹر ضیاء الدین 'وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ آپ کی خدمت میں استفادے کیلئے حاضر ہوئے ہے۔! اعلیٰ حضرت کی علمی استعداد ایک خداداد نعمت تھی۔ یہ ایک وہبی فیض تھا جسکو سمجھنے سے عقل حیران ہے۔

مختصر یہ کہ دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جسکی طرف تمام عالم کے حوادث و وقائع استفتاء کے لئے رجوع کئے جاتے تھے۔ ایک قلم تھا جو دنیا بھر کے فقہ کے فیصلے دے رہا تھا۔ وہی تمام بدمذہبوں کے جواب بھی لکھتا تھا۔ اہل باطل کی تصانیف کے بالغ رد بھی لکھتا تھا۔ اور زمانہ بھر کے سوالوں کے جواب بھی دیتا تھا۔ اعلیحضرت کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ فقہ میں ان کا نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ "فتاویٰ رضویہ" اس امر کی واضح شہادت دے رہا ہے کہ اس کا مصنف 'دقائق کا خزینہ' اور 'حقائق کا گنجینہ' ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" بڑے سائز کی بارہ جلدوں میں پھیلا ہوا ہے اور اس کے مسودے کی ہر جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔!

اس طرح آپ صرف عالم دین ہی نہیں تھے بلکہ تحریر و تقریر، علم و حکمت اور شعر و ادب کے میدانوں کے بھی بے مثال شہسوار تھے۔ علم حدیث میں میں بھی اعلیٰ فرد تھے۔ "علم رجال" میں وہ دستگاہ حاصل تھی کہ ایک ایک راوی کے حالات نوک زبان پر تھے حتیٰ کہ اعلیحضرت کے تمام معاصرین کی تمام تصانیف ترازو کے ایک پلڑے میں ڈال دیں اور دوسرے میں صرف اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو رکھیں تو یقیناً حضرت کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک ہزار سے زائد کتب تصانیف کیں جنکا عمر بھر میں پڑھ لینا ہی مشکل ہے چہ جائیکہ تصنیف کرنا۔ ان پچاس علوم و فنون پر مشتمل ایک ایک ہزار کے لگ بھگ کتابوں میں بعض علوم تو ایسے ہیں کہ آجکل کے نابغۂ عصر اور مجدد و محقق بننے کا دعویٰ کرنے والے ان کے ابجد سے بھی واقف نہیں ہے۔! کسی دوسری زندہ قوم میں

---

[1] پچھلے صفحہ سے — حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور دیگر کئی بزرگوں نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ اعلیحضرت کا چار سال میں قرآن حفظ کرنا بظاہر غلو فی المدح کے مترادف ہے۔ اس لئے اس پر اگر سند پیش کی ہوتی تو بہتر تھا۔

[2] اگر گن کر بتایا ہوتا تو کیا خوب ہوتا۔

ہیں اگر ایسا بلند مرتبہ کوئی عالم پیدا ہو جاتا تو وہ قوم اس کے علوم و فنون سے نہ صرف خود مستفیذ ہوتی بلکہ تمام دنیا کو اس کے افکار و نظریات پڑھنے اور سمجھنے پر مجبور کر دیتی ہے! اعلیٰحضرت کو مروجہ علوم ازبر تھے انہیں ضرورت کے وقت کتابیں ٹٹولنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی جس مسئلہ پر بھی قلم اٹھایا بلا تکلف لکھتے چلے گئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ مسائل کی کتابیں ان کے سامنے کھلی پڑی ہیں۔ چنانچہ مشکل سے مشکل موضوع پر برجستہ دلائل کے انبار لگا کر، لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ علم و فضل کے بادلوں سے دلائل کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ "سنیت" کی صداقت کیلئے اعلیٰحضرت نے جو مواد فراہم کیا ہے وہ حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے!

ان کا سب سے بڑا کارنامہ "ترجمۂ قرآن" ہے۔ جن آیات قرآنی کے ترجمہ میں ذرا سی بے احتیاطی سے رب تعالےٰ اور رسول مقبولؐ کی شانِ اقدس میں بے ادبی کا شائبہ نظر آتا ہے ان نازک مقامات سے آپ بڑی کامیابی اور پوری احتیاط سے گذرے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک کے ترجمہ کے لئے صرف علم و دانش ہی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ جذبۂ عشق و محبت بھی درکار ہے چنانچہ بہت سے ایسے نازک موقعے آتے ہیں کہ پاس ادب کے ساتھ وہاں سے گذر جانا آسان کام نہیں مگر اعلیٰحضرت عشقِ مصطفےٰ کے طفیل، ادب کے اس پلصراط سے پل جھپکتے گذر گئے ہیں۔ جن اشکال اور ان کے مفسرین نے کئی کئی صفحات میں جا کر مشکل بیان کیا ملت نے اپنے ترجمے کے چند لفظوں میں لکھ دیا ہے! بلاشبہ آپ کا ترجمۂ قرآن تمام تراجم پر بھاری ہے!

کچھ اسی قسم کی خصوصیات کا حامل اعلیٰحضرت کا نعتیہ کلام ہے کہ سننے والا مومن وجد میں آئے بغیر نہیں رہتا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس شخص کی زبان سے یہ نعتیہ کلام جاری ہوا ہے اس ہستی کے سینے کی کیا کیفیت ہوگی اس کے دل میں عشق رسول کی کیسی کیسی بجلیاں تڑپ رہی ہونگی!

دل نورِ معرفت کا خزینہ بنا ہوا
سینہ تجلیات کا طوفاں لئے ہوئے (کاوش)

انہیں کا اثر ہے کہ "طوفانِ کفر و الحاد" میں ڈوبتے والے دلوں اور ہچکولے کھاتے دماغوں کو آپ نے اپنے کلام بلاغت نظام سے سنبھالا اور متاع عشق و محبت کو ڈوبنے سے بچالیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شاعر، علم و فضل زہد و تقویٰ اور عشق و محبت میں اعلیٰحضرت کا مد مقابل پیدا نہیں ہوا۔ "ادب و عروض" میں آپ اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ فن نعت گوئی میں آپ یگانا و یکتا اور بے نظیر و بے مثال ہیں!

سیاسی میدان میں اگرچہ آپ نے عملی طور پر حصہ نہیں لیا مگر آپ نے پاکستان کی بنیاد یعنی "دو قومی نظریہ" کی دینی حیثیت کو پُر زور دلائل سے ثابت کر کے اسکی خوب خوب ترویج کی اور یہ سب کچھ اسوقت ہوا جب علماء سو انگریزوں کے در کی گدائی اور کانگریس کی کاسہ لیسی کر رہے تھے۔ تب آپ نے ببانگ دُہل اعلانِ حق کیا کہ ہندوؤں، انگریزوں اور دیگر مذاہب باطلہ والوں کیساتھ محبت و الفت قائم کرنا قطعی ناجائز ہے۔ اسطرح آپ نے اور آپ کے خلفاء نے پاکستان کے لئے راستہ ہموار کیا اور تحریک پاکستان کو دینی تحفظ عطا کیا۔

پاکستان کی جنگِ آزادی میں آپ کی جماعت کی حیثیت مقدمۃ الجیش کی ہے۔ تعمیر پاکستان میں اعلیٰ حضرت کا فکری اور آپ کے خلفاء، تلامذہ کا علمی و عملی حصہ ہے۔ جو تمام علماء پر بھاری ہے۔

اس یکتائے روزگار امام اہل سنت، مجدد اعظم نے ۲۵ صفر کو بروز جمعہ بوقت ۲ بج کر ۳۸ منٹ پر سفر آخرت اختیار کیا۔ ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بقیہ حقیقت تقویٰ

نہیں۔ اس نے کہا میں جبریل ہوں اور اپنا ہاتھ میرے چہرے اور بدن پر پھیر دیا۔ جس سے آج تک کستوری کی خوشبو آتی ہے۔ تقویٰ میں جو خوف کا معنی پایا جاتا ہے اس سے ایسا خوفِ خداوندی مراد ہے جو دنیاوی خوف سے بے نیاز ہو۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک وزیر آیا اور وہ بادشاہ سے بہت خائف تھا۔ آپ نے فرمایا جیسے تو بادشاہ سے ڈرتا ہے ایسا ہی اگر اپنے رب سے ڈرتا تو میں زمرۂ صدیقین میں سے ہوتا۔

؎ گر بودے امید راحت و رنج — پائے درویش بر فلک بودے
ور وزیر از خدا بترسیدے ہمچناں — کز ملک ملک بودے

قرض حسنہ

۱ محترم المقام ...... السلام علیکم!

ادارہ کو ماہنامہ انوار الصوفیہ کو اس کے اعلیٰ معیار کے مطابق چلانے کیلئے کم از کم دس ہزار روپیہ کی فوری ضرورت ہے۔ اگر کوئی صاحب جسکو دین اور اپنے سلسلہ طریقت سے دلی لگاؤ اور انس ہے، بطور قرض اتنی رقم دیدیں تو ہم دعا کریں گے اللہ تعالیٰ اسکو دین و دنیا میں فلاح یاب و سعادت مند کرے ورنہ پچاس آدمی دو دو سو روپیہ قرض حسنہ دیدیں اسطرح بھی دس ہزار روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ اگر آپ ان پچاس میں شامل ہونیکی تمنا رکھتے ہیں تو آج ہی ہمیں اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں۔

نیازمند ایڈیٹر انوار الصوفیہ

ضروری اعلان

اس سے اگلا شمارہ امیر ملت نمبر ہوگا جو ضخیم بھی ہوگا اور شاندار بھی اسکی قیمت کم از کم پانچ روپے ہوگی۔ مستقل خریداروں کو رجسٹری کر کے بھیجا جائے گا۔ کیونکہ عام ڈاک میں اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے مستقل خریدار ڈاک خرچ کے لئے مبلغ دو روپے ارسال فرمائیں۔

غلام رسول گوہر

نعتیہ مشاعرہ

زیرِ اہتمام سیرت کمیٹی لاہور۔ تاج کمپنی ریلوے روڈ لاہور میں مورخہ ۷ ر فروری بروز جمعہ بعد از نماز مغرب قریباً ۷ بجے زیرِ صدارت ڈاکٹر عبادت بریلوی نعتیہ مشاعرہ ہوا۔ مشاعرہ کا آغاز قرآن پاک کی تلاوت اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا سے ہوا۔ تلاوت حافظ محمد ریاض صاحب نے کی جبکہ عبدالجبار کالج کے ایک متعلم نے حمد باری ترنم سے پڑھی۔ بعد ازاں ۳۹ شعراء نے باری باری سٹیج پر آکر اپنا نعتیہ کلام پڑھکر سنایا۔ جن شعراء نے اسی مبارک مجلس میں شرکت کی ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

جناب حافظ خالد منظور صاحب۔ جناب تنا بھٹی صاحب۔ جناب علیم صاحب۔ جناب شبیر رحمانی صاحب۔ جناب شبیر رضوی صاحب۔ جناب راجہ رشید محمود صاحب۔ جناب قمر یزدانی صاحب۔ جناب میجر محمد عاشق صاحب۔ جناب عبدالباقی احمد پوری۔ جناب عبدالرحمان صاحب۔ جناب ظہیر صاحب صدیقی۔ جناب ہاشم صاحب نقشبندی۔ جناب شبیر احمد صاحب قصوری۔ مولانا غلام رسول گوہر قصوری۔ مولانا نعیم صدیقی صاحب۔ جناب سید نظر زیدی صاحب۔ جناب خالد بزمی صاحب۔ جناب ایڈیٹر ضیاء حرم۔ جناب عابد نظامی صاحب۔ جناب اصغر صاحب قریشی۔ جناب شفیق کوٹی صاحب۔ جناب صدیقی بدایونی صاحب۔ جناب انور فیروز پوری صاحب۔ جناب راز کاشمیری صاحب۔ جناب طاہر شیدانی صاحب۔ جناب اثر لدھیانوی صاحب۔ جناب علیم ناصر صاحب۔ جناب سید عاصم گیلانی صاحب۔ جناب ڈاکٹر رشید انور صاحب۔ جناب حفیظ طاہر صاحب۔ جناب قمر میرٹھی صاحب۔ جناب عارف بدایونی صاحب۔ جناب فیض لدھیانوی صاحب۔ جناب عبدالعزیز خالد صاحب۔

سیرت کمیٹی کی طرف سے یہ بارہواں مشاعرہ ہے۔ ہر انگریزی ماہ کے پہلے جمعہ کو مغرب کی نماز کے بعد منعقد ہوتا ہے۔ مشاعرہ کے اختتام پر جملہ شعراء اور حاضرینِ مجلس کی چائے سے قدر افزائی ہوتی ہے۔

تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخے ارسال کریں

تنویر الخواطر بتحقیق الحاضر والناظر

صفحات: ۱۷۶ خوبصورت دو رنگا ٹائیٹل آفسٹ چھپائی۔
مصنف: مناظر اسلام حضرت علامہ اللہ دتا صاحب   قیمت 7-50 روپے
ملنے کا پتہ: نگینہ کتب خانہ وسن پورہ۔ لاہور

مسئلہ حاضر و ناظر: اہل سنت و جماعت اور وہابیوں کے مابین معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ ماضی میں اس مسئلہ پر بہت مناظرے ہوئے ہیں۔ وہابیوں نے ہر میدان میں شکست اٹھائی ہے۔ اور اس موضوع پر علماء نے بہت کتابیں تصنیف کی ہیں۔ زیر نظر کتاب اپنی نوعیت میں اپنی مثال آپ ہے۔ یہ مسئلہ بڑا دقیق اور منطقی ہے۔ اسی لئے عوام اس کے فہم سے قاصر محض تھے۔ حضرت مولانا محمد اللہ دتا صاحب نے اس کو محمد صفدر خاں گکھڑوی کی کتاب تسوید النواظر کے جواب میں لکھا ہے۔ اس مسئلہ پر منکرین کے جملہ اعتراضات و شبہات کا ذکر کر کے پھر مناظرانہ طریقہ سے مدلل جواب دیا ہے۔ عبارت سلیس اور عام فہم ہے عوام الناس بھی اس کتاب کے مطالعہ سے حاضر و ناظر کے مسئلہ سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ دلائل قوی اور انداز بیان دلچسپ ہے۔ اللہ تعالےٰ حضرت مولٰنا کی اس مخلصانہ سعی کو مشکور فرمائے۔

اہل سنت و جماعت کے پڑھے لکھے طبقہ سے گذارش ہے کہ کتاب خریدیں اور حضرت مولٰنا کی حوصلہ افزائی کریں۔ تاکہ وہ اور کتابیں لکھیں اور دین کی خدمت کریں۔

نگینہ دے نگینے

یہ کتاب پیر طریقت مولٰنا الحاج محمد یوسف علی صاحب نگینہ کا پنجابی زبان میں نعتیہ کلام ہے۔ حضرت نگینہ صاحب پاکستان کے طول و عرض میں مہمانِ مصطفٰے کے مابین متعارف و مشہور شخصیت ہیں۔ ان کا کلام عشق و محبت رسول سے لبریز ہے۔ مجالس میلاد میں آپکی ان نعتوں کو پڑھا جائے تو مجلس سرور و کیف سے معمور و پرنور ہو جائے۔ اس کتاب کے دو حصہ ہیں۔ ٹائیٹل اور لکھائی چھپائی خوبصورت حصہ اول ۹۶ صفحات اور حصہ دوم بھی ۹۶ صفحات۔

قیمت ہر حصہ کی جدا جدا 1-50 روپے ہے۔

نماز قائم کیجئے	دین و دنیا کی فلاح کے لئے مایوس مریضوں کے لئے	ہمیشہ سچ بولئے

پیام صحت

پاکستان میں دواخانہ پیام صحت ۲۴ سال سے عوام کی خدمت کر رہا ہے۔ کراچی و اطراف کے لوگ زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ مریضوں کے معائنہ کیلئے جناب حافظ قاری عبدالشکور صاحب پیشکار خاص داماد مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلی کی خدمات حاصل ہیں۔ حکیم صاحب موصوف ایک ماہر معالج ہیں۔ اور چالیس سال سے عوام کی خدمت کر رہے ہیں۔ پوشیدہ دیرینہ امراض کا خاص طور سے علاج کرتے ہیں۔ عورتوں اور بچوں کے خصوصی معالج ہیں۔ ضرورتمند مفت مشورہ حاصل کریں۔ بیرون کراچی بذریعہ خط مشورہ دیا جاتا ہے۔ نیز مرکب و مفرد ادویہ عمدہ و صاف مناسب قیمت پر ہر وقت ملتی ہیں۔

اوقات مطب :- صبح ۸ بجے سے ۱۲ بجے تک ۔ شام ۵ بجے سے ۸ بجے تک

چند مجربات :- معجون معین الصحت ۔ جریان ۔ احتلام ۔ سیلان الرحم (لیکوریا) کو دور کر کے جسم کو فربہ اور چہرے کو پُر رونق بناتا ہے۔ عورت اور مرد کو یکساں مفید ہے۔ فی تولہ ایک روپیہ پچاس پیسہ

لبوبِ صحت اعلیٰ درجہ کا مقوی باہ اور ممسک ہے فی تولہ ۱۵ روپے

نمک صحت جملہ امراض معدہ کی واحد دوا ہے۔ درد شکم متلی قے۔ بدہضمی۔ اپھارہ، دائمی قبض دور کرتا ہے زود اثر ہاضم ہے۔ فی شیشی ایک روپیہ نمونہ ۳۰ پیسے ۔ منجن صحت دانتوں کی جملہ خرابیوں کو دور کرتا ہے مثلاً درد۔ پانی لگنا۔ خون آنا۔ مسوڑھوں کا ورم، ہلتے دانتوں کو جماتا ہے اور پائیوریا کیلئے اکسیر ہے شیشی 1-25 روپے

مصفی صحت حکیم اجمل خاں صاحب کے مجربات سے ہے گرمی سے پیدا ہونیوالی تمام بیماریاں مثلاً داد خارش پھوڑا پھنسی اگرمی دانے کی مخصوص دوا ہے فی شیشی دو روپے پچاس پیسے ۔ روغن صحت ہر قسم کے درد، گنٹھیا، چوٹ، ٹھنڈک وغیرہ اور زخم کے لئے مجرب ہے اور سر میں لگانے سے دائمی نزلہ دور کرتا ہے اور بالوں کو سیاہ کرتا ہے۔ قیمت دو روپے نمونہ پچاس پیسے ۔

حب صحت امساک کی بے خطا گولی ہے۔ شرمندگی سے بچاتی ہے۔ فی عدد 1-50 روپیہ

سرمہ اکسیر ۔ جملہ آنکھوں کی خرابی کیلئے اکسیر ہے موتیا بند کیلئے مفید ہے۔ فی شیشی ایک روپیہ پچیس پیسے

المشتہر :- منیجر دواخانہ پیام صحت مسجد الحمرا، بہار کالونی کلیٹن روڈ (جمشید روڈ) کراچی ۵

انوارالصوفیہ قصور
رجسٹرڈ ایل نمبر 7478

لاہور آرٹ پریس ۱۰۱۵ انارکلی لاہور